سُورۂ یُوسُف علیہ السّلام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُورہ یُوسُف بھی مکّی سورتوں میں سے اور ان تاریخی حقائق میں سے ایک ہے جو قرآنِ حکیم نے انسانوں کی نصیحت کے لِئے بیان فرمائے ہیں۔ یہ واحد واقعہ ہے جو بیک وقت ارشاد ہوا ورنہ باقی تاریخی حقائق کے چیدہ چیدہ حصّے ضرورت کے مطابق بطورِ تمثیل ارشاد فرمائے گئے کہ کن لوگوں کا کردار کیا تھا؟ اور اِس پر کیا نتیجہ مرتب ہوا؟

چونکہ قرآن حکیم کا موضوع تاریخ نہیں تعمیرِ انسانیت ہے لہٰذا تاریخی واقعات کو بھی اسی حیثیت سے بیان فرمایا گیا ہے اور یہ بات بھی ثابت کی گئی کہ محض گزشتہ واقعات کو یاد رکھنا ضروری نہیں۔ ہاں انھیں نصیحت و عبرت اور اصلاح کے لِئے نہ صرف یاد رکھا جائے بلکہ بیان بھی کیا جائے کہ لوگ عبرت حاصل کریں اگر مقصد یہ ہو تو تاریخ نگاری بھی ایک مستحسن فن ہے اور اس کا انداز بھی سورۂ یُوسف جیسا ہونا چاہیئے کہ نہ تو تھکا دینے والی طوالت ہو اور نہ اس قدر اختصار کہ بات ہی سمجھ میں نہ آنے پائے۔ اِس سورہ کے نزول کا واقعہ بھی یہود کے مطالبہ پر ہوا کہ انھوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ فرمایئے، بنی اسرائیل ملک شام سے مصر کیوں جا بسے؟ اور یوسف علیہ السلام کا کیا قصہ تھا؟۔ یہ قصہ تورات میں تو تھا مگر آپ ﷺ نے نہ تورات پڑھی نہ کسی یہودی عالم سے سُنی نہ کسی مدرسہ تشریف لے گئے تو یہ ایک بہت بڑا امتحان بھی تھا مگر اللہ کریم نے بذریعہ وحی مفصل قصہ ارشاد فرما دیا جس میں وہ باتیں بھی بیان ہو گئیں جن کی تفصیلات تورات میں بھی نہ تھیں۔ یوں اس میں تاریخ، نصیحت و عبرت کا سامان، اعمال پر مرتب ہونے والے اثرات بھی بیان ہو گئے اور آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق بھی اس معجزانہ بیان سے فرمائی گئی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○
الٓرٰ ۟ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۟ ﴿۱﴾
اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ
تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲﴾
نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ
بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ۖ وَ
اِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ ﴿۳﴾
اِذۡ قَالَ يُوۡسُفُ لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ رَاَيۡتُ
اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ
رَاَيۡتُهُمۡ لِىۡ سٰجِدِيۡنَ ﴿۴﴾
قَالَ يٰبُنَىَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡيَاكَ عَلٰٓى
اِخۡوَتِكَ فَيَكِيۡدُوۡا لَكَ كَيۡدًا ؕ اِنَّ
الشَّيۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۵﴾
وَكَذٰلِكَ يَجۡتَبِيۡكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنۡ
تَاۡوِيۡلِ الۡاَحَادِيۡثِ وَيُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ
وَعَلٰٓى اٰلِ يَعۡقُوۡبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيۡكَ
مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ
ع عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۶﴾

شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ○
الٓرا ۔ یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں ﴿۱﴾
ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے تاکہ تم
سمجھ سکو ﴿۲﴾
(اے پیغمبر) ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم نے تمہاری
طرف بھیجا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں اور
تم اس سے پہلے بے خبر تھے ﴿۳﴾
جب یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں)
گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔ دیکھتا
(کیا) ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں ﴿۴﴾
انہوں نے کہا کہ بیٹا! اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا
نہیں تو وہ تمہارے حق میں کوئی فریب کی چال چلیں گے کچھ
شک نہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ﴿۵﴾
اور اسی طرح خدا تمہیں برگزیدہ (وممتاز) کرے گا اور (خواب کی)
باتوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔ اور جس طرح اس نے اپنی
نعمت پہلے تمہارے دادا پر دادا ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی
تھی اسی طرح تم پر اور اولاد یعقوب پر پوری کریگا بیشک
تمہارا پروردگار (سب کچھ) جاننے والا (اور) حکمت والا ہے ﴿۶﴾

JOSEPH

Revealed at Mecca

In the name of Allah, the Beneficent, the Merciful.

1. Alif. Lâm. Râ.[1] These are verses of the Scripture that maketh plain.

2. Lo! We have revealed it, a Lecture[2] in Arabic, that ye may understand.

3. We narrate unto thee (Muhammad) the best of narratives in that We have inspired in thee this Qur'ân, though aforetime thou wast of the heedless.

4. When Joseph said unto his father: O my father! Lo! I saw in a dream eleven planets and the sun and the moon, I saw them prostrating themselves unto me.

5. He said: O my dear son! Tell not thy brethren of thy vision, lest they plot a plot against thee. Lo! Satan is for man an open foe.

6. Thus thy Lord will prefer thee and will teach thee the interpretation of events, and will perfect His grace upon thee and upon the family of Jacob as He perfected it upon thy forefathers, Abraham and Isaac. Lo! thy Lord is Knower, Wise.

اسرار و معارف

الٓرا ۔ تو حروفِ مقطعات ہیں اور ان کے بارے پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ ان کا مفہوم اللہ کو پتہ ہے یا اس کے رسول ﷺ کو یا پھر راسخین فی العلم جنہیں اللہ بتا دے ۔ ہاں ! تلاوت سب مسلمانوں کے لئے ہے اور ان سے مرتب ہونے والے فوائد اس سے حاصل ہو جاتے ہیں ۔

یہ آیتیں ایک ایسی کتاب کی ہیں جو بات کو کھول دیتی ہے ، واضح طور پر بیان کر دیتی ہے ، کہ اس میں کوئی

ابہام نہیں رہتا۔ اور اس کتابِ عزیز کے پہلے پہلے مخاطب چونکہ عرب تھے اور عرب اہلِ زبان بھی تھے۔ تو فرمایا کہ اللہ تو زبانوں کی قیود سے بالاتر ہے۔

زبانوں میں تقدّس

مگر اس نے اپنے ارشادات کو عربی زبان میں نازل فرما کر عرب کے اہلِ زبان طبقہ کو، جسے اپنی زبان دانی پہ بڑا ناز تھا دعوتِ فکر دی ہے کہ یہی آقائے نامدار ﷺ کی زبان تھی اور علماءِ تفسیر و حدیث کے مطابق یہی زبان اللہ نے اپنے ارشادات کے لئے چُن لی، اسی زبان میں حساب و کتاب بھی ہوگا اور یہی اہلِ جنّت کی زبان بھی ہے مگر اس کے علاوہ کسی زبان میں نہ تو کوئی تقدس ہے اور نہ کراہت، کہ زبان محض اظہارِ تمنّا کا ذریعہ ہے اور جتنی کثرت سے زبانیں سیکھی جائیں، اتنی زیادہ دینی تبلیغ بھی ہو سکتی ہے کہ نماز، اذان اور خطبات تو عربی زبان میں ضروری ہیں لیکن تفسیر، حدیث اور فقہ کو ہر زبان میں پھیلانا اور ہر جگہ پہنچانا ضروری ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن صرف عربی متن ہی کو کہا جائے گا جو منزّل من اللہ ہے۔ اس کی شرح و تفسیر عربی میں بھی ہو تو تفسیر و شرح ہی کہلائے گی اور ترجمہ کسی بھی زبان میں ہو وہ ترجمہ ہوگا اسے پڑھنے سے آدمی مفہوم تو سمجھ سکتا ہے تلاوت کا اجر نہیں پا سکتا جیسے بعض لوگ صرف انگریزی یا اُردو تراجم پڑھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کر لی یہ درُست نہ ہوگا۔

واقعاتِ عالم کا حُسن

فرمایا، ہم آپ کو ایک خوبصورت قصّہ سناتے ہیں اور قرآن کریم یعنی اپنے ذاتی کلام میں بیان فرماتے ہیں کہ ہمیشہ یہ قصّہ پڑھا پڑھایا اور دُہرایا جاتا رہے، تلاوت و تفسیر میں بھی، نماز و عبادت میں بھی اور وعظ و تقریر میں بھی۔ عجیب بات ہے کہ اللہ کے دو محبوب پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یُوسف علیہ السلام مدّتوں پریشان رہے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے رو رو کر بینائی کھو دی اور حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں پھینکے گئے، سرِ بازار نیلام ہو کر غلام کہلائے اور بُہتان لگا کر مُدت تک قید خانے میں ڈال دیئے گئے، گھر سے دور، محبّت کرنے والوں کی نگاہوں سے اوجھل اور بھائی جو انسان کا فخر اور طاقت ہوتے ہیں اُن کے لئے دُکھ اور ایذا کا سبب بن گئے مگر اللہ فرماتا ہے آپ کو ایک خوبصورت قِصّہ سناتا ہوں اور قرآن میں سناتا ہوں کہ ہمیشہ شب و روز اس کی گونج مساجد سے لے کر گھروں تک اور عبادت سے لے کر تلاوت تک آتی ہی رہے۔ تو بھلا اس میں

کیا حُسن ہے؟ اس میں اللہ کے بندوں کا اللہ سے تعلق کیا ہوتا ہے؟ اور کس درجہ کا ہوتا ہے اس کا اظہار ہے اور فرشتوں کو جو فرمایا تھا کہ انسان کس غضب کا طالب بنے گا یہ صرف میں جانتا ہوں، اس کی تکمیل ہے کہ آؤ، دیکھو! کتنے دکھی ہیں اور کس قدر مصائب میں گھِر گئے ہیں مگر جو گھر میں تڑپتا ہے وہ بھی اپنی فریاد صرف مجھ سے کرتا ہے اور جو کنویں کی تاریکی میں گرتا ہے وہ بھی صرف میرا نام لیتا ہے نہ صرف راحت بلکہ آنے والا ہر دُکھ اللہ سے اُن کے عشق کی آگ کو ہوا دیتا ہے اور مزید بھڑکاتا ہے جیسے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قصہ میں گزر چکا کہ وہ بیتابیاں اللہ کو اس قدر بھاتیں کہ ہر حاجی پر صفا و مروہ کی سعی واجب کر دی۔ تو ہر واقعہ کا حُسن اس کا وہ نتیجہ ہے جو اللہ سے قریب کر دے۔

آپ بظاہر تو ان واقعات سے اصلاً بے خبر تھے نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کسی قصہ گو سے سُنا نہ کہیں ایسی مجالس میں بیٹھے لہٰذا اس بات کو اتنی وضاحت سے بیان کرنا بھی آپ ﷺ پر وحی کے نزول کی تصدیق ہے۔

جب حضرت یُوسف علیہ السلام نے اپنے والدِ بزرگوار سے خواب بیان کیا کہ مَیں نے دیکھا ہے گیارہ ستارے اور چاند سُورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ خواب کیا ہوتے ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے؟ یہ ایک وسیع علم ہے اور خواب کی تعبیر کا علم بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر من جانب اللہ نازل فرمایا گیا جس کے متعدد پہلو ہیں۔

خواب کی حقیقت اور اس کی اقسام

خواب کی حقیقت علما کے نزدیک اتنی ہے کہ نیند کی حالت میں جب نفسِ انسانی ظاہر بدن کی تدبیر سے فارغ ہوتا ہے تو اس کی قوت خیالیہ اپنی اصل یعنی عالمِ امر کی طرف متوجہ ہوتی ہے جس کے باعث کچھ صورتیں اُسے نظر آجاتی ہیں کہ دُنیا میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اس کی صورتِ مثالی عالم امثال میں موجود ہوتی ہے۔ پھر اس کی تین قسمیں ہیں، اوّل یہ کہ اس کی قوتِ خیال انہی صورتوں میں اُلجھ جائے جو دن بھر دیکھتا یا سوچتا رہا ہے یعنی اپنا ہی نفس اسے کچھ دکھانے لگے۔ دوم یہ کہ شیطان کچھ صورتیں متشکل کر کے اسے پیش کر دے۔ یہ دونوں صورتیں باطل ہوتی ہیں اور تیسری صورت یہ کہ اس کی قوتِ خیال واقعی کسی حقیقی صورتِ حال کو دیکھ لے۔ یہ حق ہوتی ہے بشرطیکہ پہلی دو صورتوں کا اثر اس میں نہ پایا جائے ورنہ وہ اسے بھی گڈمڈ کر دیتا ہے۔

اگر یہ تیسری صورت درست بھی ہو تو بعض اوقات ایسی امثال نظر آتی ہیں جن کی تعبیر کا باقاعدہ علم ہے جو انبیاء پر نازل فرمایا گیا مگر اس کا مدار طبائع انسانی پر ہوتا ہے کہ جو کچھ من جانب اللہ خواب میں دکھایا جاتا ہے اس میں کمزور طبائع کے خیالاتِ فاسدہ شامل ہو کر اکثر اوقات تعبیر بھی مشکل بنا دیتے ہیں لیکن انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چونکہ مزاج بہت مضبوط اور قوی رکھتے ہیں اور خطا سے پاک ہوتے ہیں لہٰذا ان کا خواب بھی وحی کا درجہ رکھتا ہے اور ہمیشہ سچا ہوتا ہے مگر تعبیر کی ضرورت رکھتا ہے جیسے نبی اکرم ﷺ نے خواب دیکھا کہ خُدام کے ہمراہ عمرہ ادا فرما رہے ہیں مگر جب تشریف لے گئے تو حدیبیہ سے لوٹنا پڑا حالانکہ اللہ نے تصدیق فرمائی کہ آپ کا خواب سچا ہے مگر ابھی وقت نہیں آیا چنانچہ دوسرے سال عمرہ ادا فرمایا اور پھر مکہ فتح ہی ہو گیا۔

اور بعض اوقات اللہ کفار کو بھی سچے خواب دِکھا دیتے ہیں یا فاسق و فاجر بھی دیکھ سکتا ہے بہر حال کسی کا خواب بجز نبی کے حجت نہیں اور اگر بُرا خواب آئے تو لاحول پڑھ کر اسے جھٹک دے اگر اچھا ہو تو اللہ کا شکر کرے مگر عمل ظاہری حالات کے مطابق کرے یہ صحیح صورت ہے۔

چنانچہ جب یوسف علیہ السلام نے خواب بیان فرمایا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے تعبیر یہ دی کہ اللہ کریم تم پر بہت بڑا احسان فرمائے گا اور اپنی نعمت تمام کرے گا کہ دینی اعتبار سے نبوت آخری منزل ہے اور دُنیا کے اعتبار سے سلطنت، تو اللہ کریم آپ کو نبوّت بھی دے گا جیسا کہ آپ کے آباو اجداد کو عطا فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو۔ اور سُورج، چاند ستاروں کے جھکنے سے مراد دُنیا کی ریاست و غلبہ اور حکومت و سلطنت بھی ہے، یہ بھی آپ کو نصیب ہو کر آلِ یعقوبؑ یعنی بنی اسرائیل کے لئے سرمایۂ افتخار بنے گی اور اللہ آپ کو علمِ تعبیر بھی عطا فرمائے گا۔ یہ آپ نے غالباً اس لئے اندازہ فرما لیا کہ یہ علم حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق علیہما السلام اور خود آپ کے پاس بھی تھا تو جیسے شرف نبوت اُن کی نسل میں نصیب ہو رہا ہے وہ اس کا حامل ضرور ہو گا کہ تیرا پروردگار ہر شے کا علم رکھنے والا اور دانا تر ہے۔

نعمت کا اظہار ہر کسی سے نہ کیا جائے

لیکن ایک بات یاد رکھنا اور وہ یہ کہ اس کا تذکرہ اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ انھیں ابلیس

بہکا کر حسد میں مبتلا کر دے اور وہ تمھیں نقصان پہنچائیں ۔ یہاں دو باتیں ثابت ہیں کہ اوّل تو یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی نہ تھے ۔ جیسا کہ بعض کا خیال کہ نبی معصوم ہوتے ہیں اور ایسی باتیں ان سے سرزد نہیں ہوتیں اور دوسرے یہ کہ نعمت کا اظہار ہر کسی سے نہ کیا جائے ۔ یہی نصیحت سالکین کے لئے مشعلِ راہ ہے کہ جو منازل نصیب ہوں ان کا تذکرہ ہر کسی سے نہ کریں ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائیوں میں ایک سگا تھا اور باقی سب کی والدہ الگ تھی ۔ تو یہ بھی حسد کا ایک سبب بن جاتا ہے لہٰذا یعقوب علیہ السلام نے منع فرما دیا کہ اس میں آپ کی عظمت و شان کا اظہار ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ انھیں شیطان بہکاتے اور وہ آپ کو نقصان پہنچانے پہ تُل جائیں کہ بہرحال یہ تو انسانیت کا دشمن ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دشمنی کرنے سے بھی باز نہیں آتا ۔

تو یہ بھی ظاہر ہوا کہ کسی کے شر سے بچانے کے لئے اگر دوسرے کو اس کی عادت سے آگاہ کیا جائے تو یہ غیبت نہ ہوگی بلکہ جائز ہے ۔

رکوع نمبر ۲ آیات ۷ تا ۱۹ وما من دآبۃ ۱۲ ۱۲

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ﴿۷﴾

ہاں یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصے) میں پوچھنے والوں کیلئے (بہت سی) نشانیاں ہیں ۱۴۹ ﴿۷﴾

7. Verily in Joseph and his brethren are signs (of Allah's Sovereignty) for the inquiring.

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۨ ﴿۸﴾

جب انہوں نے (آپس میں) تذکرہ کیا کہ یوسف اور اس کا بھائی ابا کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم جماعت (کی جماعت) ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ابا صریح غلطی پر ہیں ۱۵۰ ﴿۸﴾

8. When they said: Verily Joseph and his brother are dearer to our father than we are, many though we be. Lo our father is in plain aberration.

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾

تو یوسف کو (یا تو جان سے) مار ڈالو یا کسی ملک میں پھینک آؤ۔ پھر ابا کی توجہ صرف تمہاری طرف ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد تم اچھی حالت میں ہو جاؤ گے ﴿۹﴾

9. (One said): Kill Joseph or cast him to some (other) land, so that your father's favour may be all for you, and (that) ye may afterward be righteous folk.

قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾

ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو جان سے نہ مارو کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو کہ کوئی راہگیر نکال (کر اور ملک میں) لے جائیگا۔ اگر تم کو کرنا ہو (تو یوں کرو) ﴿۱۰﴾

10. One among them said: Kill not Joseph but, if ye must be doing, fling him into the depth of the pit; some caravan will find him.

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

(یہ مشورہ کرکے وہ یعقوب سے) کہنے لگے کہ ابا جان کیا سبب ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیرخواہ ہیں ﴿۱۱﴾

11. They said: O our father! Why wilt thou not trust us with Joseph, when lo! we are good friends to him?

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا

کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب میوے کھائے اور کھیلے

12. Send him with us to-morrow that he may enjoy himself and play. And lo! we shall take good care of him.

13. He said: Lo! in truth it saddens me that ye should

لَهُ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾
قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ
اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ
عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾
قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ
اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾
فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ
فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ
بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾
وَ جَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾
قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا
یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ
وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾
وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ
بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ
جَمِیْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾
وَ جَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ
فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ
وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا
یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾
وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ
وَ كَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ ﴿۲۰﴾

کودے ہم اُس کے نگہبان ہیں ﴿۱۲﴾
اُنہوں نے کہا کہ یہ امر مجھے غمناک کئے دیتا ہے کہ تم اسے
لے جاؤ (یعنی وہ مجھ سے جُدا ہو جائے) اور مجھے یہ بھی خوف ہے
کہ تم (کھیل میں) اُس سے غافل ہو جاؤ اور اُسے بھیڑیا کھا جائے ﴿۱۳﴾
وہ کہنے لگے کہ اگر ہماری موجودگی میں کہ ہم ایک طاقتور جماعت
ہیں اُسے بھیڑیا کھا گیا تو ہم بڑے نقصان میں پڑ گئے ﴿۱۴﴾
غرض جب وہ اس کو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ
اسکو گہرے کنوئیں میں ڈال دیں تو ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ (ایک وقت ایسا آئیگا
کہ) تم انکے اس سلوک سے آگاہ کرو گے اور انکو (اس وحی کی) کچھ خبر نہ ہوگی ﴿۱۵﴾ ف ۱۵۱
(یہ حرکت کرکے) وہ رات کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے ﴿۱۶﴾
(اور) کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو دوڑنے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں
مصروف ہو گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تو اسے بھیڑیا
کھا گیا اور آپ ہماری بات کو گو ہم سچ ہی کہتے ہوں باور نہیں کرینگے ﴿۱۷﴾
اور انکے کرتے پر جھوٹ موٹ کا لہو بھی لگا لائے یعقوب نے کہا کہ (حقیقتِ حال
یوں نہیں ہے) بلکہ تم اپنے دل سے (یہ) بات بنا لائے ہو ف ۱۵۲ اچھا صبر (کہ وہی)
خوب (ہے) اور جو تم بیان کرتے ہو اسکے بارے میں خدا ہی سے مدد مطلوب ہے ﴿۱۸﴾
(اب خدا کی شان دیکھو کہ اس کنوئیں کے قریب) ایک قافلہ آ وارد ہوا اور
انہوں نے (پانی کیلئے) اپنا سقا بھیجا اس نے کنوئیں میں ڈول لٹکایا
(تو یوسف اس سے لٹک گئے) وہ بولا زہے قسمت یہ تو (نہایت حسین) لڑکا ہے
اور اسکو قیمتی سرمایہ سمجھ کر چھپا لیا اور جو کچھ وہ کرتے تھے خدا کو سب معلوم تھا ﴿۱۹﴾
اور اس کو تھوڑی سی قیمت (یعنی) معدودے چند درہموں پر بیچ
ڈالا اور انہیں ان (کے بارے) میں کچھ لالچ بھی نہ تھا ﴿۲۰﴾

take him with you, and I fear lest the wolf devour him while ye are heedless of him.

14. They said: If the wolf should devour him when we are (so strong) a band, then surely we should have already perished.

15. Then, when they led him off, and were of one mind that they should place him in the depth of the pit, We inspired in him: Thou wilt tell them of this deed of theirs when they know (thee) not.

16. And they came weeping to their father in the evening:

17. Saying: O our father! We went racing one with another, and left Joseph by our things, and the wolf devoured him, and thou believeth not our sayings even when we speak the truth.

18. And they came with false blood on his shirt. He said: Nay, but your minds have beguiled you into something. (My course is) comely patience. And Allah it is Whose help is to be sought in that (predicament) which ye describe.

19. And there came a caravan, and they sent their water-drawer. He let down his pail (into the pit). He said: Good luck! Here is a youth. And they hid him as a treasure, and Allah was Aware of what they did.

20. And they sold him for a low price, a number of silver coins; and they attached no value to him.

اسرار و معارف

حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ باعثِ نصیحت بھی ہے اور باعثِ عبرت بھی کہ اللہ اپنے مخلص بندوں کی کیسے کیسے حفاظت فرماتا ہے اور ان سے حسد کرنے والے کس طور ناکام ثابت ہوتے ہیں۔ نیز اس کا ایک مربوط نظام ہے جسے نہ جاننے والے اتفاقات اور حادثات کا نام دیتے ہیں مگر دراصل ایسے تمام امور طے شدہ نظام کی کڑیوں کے طور پر کام کرتے ہیں اور اس طرح تفصیل سے واقعہ

کی جزئیات بھی شامل کرکے درُست بیان فرمانا آپ ﷺ کا بہت بڑا معجزہ اور وحیٔ الٰہی کی دلیل بھی ہے کہ سوال کرنے والے یہودی تو مدینہ منوّرہ سے سوال بھیج رہے تھے مکہ میں تو کوئی یہودی عالم بھی اتنے وسیع مطالعہ کا مالک نہ تھا کہ اسے واقعہ کی کچھ خبر ہوتی اور آپ ﷺ تو اصلاً اس سے واقف نہ تھے۔

تو اب واقعہ ارشاد ہوتا ہے کہ برادرانِ یوُسف ؑ نے بھی خواب کی سُن گُن پا لی اور اس بات پر بہت سیخ پا ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اہلیہ کا نام مفسرین نے لیّا بنت لیاّن لکھا ہے جن سے اُن کے دس بیٹے تھے ان کی وفات کے بعد انھوں نے اس کی بہن راحیل بنت لیاّن سے نکاح کرلیا اس میں سے بنیامین اور یوسف علیہ السلام دو بیٹے ہوئے جو بن یامین کی پیدائش پہ فوت ہوگئیں تو اس لحاظ سے بھی انھیں شفقتِ پدری زیادہ حاصل تھی، یوسف علیہ السلام خوبصورت بھی بہت تھے۔ حتیٰ کہ حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، شبِ معراج میں نے یوسف ؑ کو دیکھا تو آدھا حُسن انہی اکیلے کو مِلا ہے اور آدھا ساری دُنیا کو، او کما قال علیہ السلام۔ اور تیسرے ان کی جبین میں نورِ نبوت بھی تھا۔ یہ بھی ان سے باپ کی محبت کا سبب تھا کہ حدیث میں ارشاد ہے کریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم علیھم السلام۔ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں یہ شان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے کہ باپ صحابی، خود صحابی، اولاد صحابی اور نواسے اور پوتے صحابی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

چنانچہ انھوں نے باہم مشورہ کیا کہ یوسف اور ان کے بھائی تو والدِ بزرگوار کو بہت پیارے ہیں، شاید ان کا یہ گمان بھی ہو کہ یہ خواب میں بشارت مِلنے کا سبب بھی والد گرامی ہی کی توجّہ کا نتیجہ ہے اور عجیب بات ہے کہ یہ دو ننھے بچے کہ مفسّرین کے مطابق اس وقت یوسف علیہ السلام کی عمر سات برس کی تھی اور بنیامین ان سے چھوٹے تھے تو انھیں اس قدر توجہ اور شفقت حاصل ہے حالانکہ ہم دس بھائی ہیں سارے جوان ہیں گھر بار کا سارا کام ہم کرتے ہیں اور ایک مضبوط جماعت ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ والد ہم پہ زیادہ توجہ کرتے مگر اس معاملے میں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ضلالٍ مبین سے ان کی مراد اپنے معاملہ میں حضرت کا رویّہ نہایت نامناسب ہونے کی تھی اور یہ ان کی رائے تھی۔ چنانچہ سوچنے لگے کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ یوسف ؑ نہ رہے اور والد کے سامنے ہم ہی رہ جائیں پھر ان کی ساری شفقت صرف ہمارے لئے ہوگی تو یوُسف ؑ کو کسی طرح

قتل کر دیا جائے یا پھر کسی دُور دراز ایسے ملک میں پہنچا دیا جائے جہاں سے اس کی کوئی سُن گُن نہ آسکے اور پھر عذر معذرت کر کے معاملہ درست کر لو اور توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لو۔ سب اس بات پہ متفق ہو گئے کہ صرف قتل ہی کیا جا سکتا ہے اس کی تدبیر کرنا چاہیے۔ دوسرا کام تو اپنے بس کا نہیں۔ مگر ان میں سے ایک نے کہا کہ قتل اور پھر بھائی کا قتل اور وہ بھی چھوٹے سے بچے کا ہرگز مناسب نہیں، بہت بڑا جُرم ہے قتل ہرگز نہ کرو ہاں! کسی گہرے اور غیر آباد کنوئیں میں پھینک دو کہ از خود ہلاک ہو جائے گا۔ بھوک پیاس سے یا کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے یا پھر کوئی راستہ چلتا ہُوا قافلہ ہی آکر اسے نکال لے اور کہیں دُور دراز لے جائے تو تمھارا مقصد ہر صورت پورا ہو جائے گا اور براہِ راست قتل میں ملوث ہونے سے بھی بچ جاؤ گے۔

نیکوں کی محبّت کی برکات

مفسرین نے یہاں عجیب بات لکھی ہے کہ ان کے جُرم کا ایک سبب باپ کی محبت بھی تھی تو اللہ نے انھیں قتل سے بچنے کی توفیق بھی دی اور انجام کار توبہ کر کے معافی حاصل کرنے کی سعادت بھی بخشی کہ والد گرامی نے بھی اور بھائیؑ نے بھی معاف فرما دیا۔ یہ قتل سے منع کرنے کا کام ان سب میں سے بڑے بھائی نے جس کا نام یہودا تھا، کیا۔

چنانچہ سب اسی پر متفق ہو کر باپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمارا خیال ہے کہ ہم باہر جائیں، کچھ کھانا پینا بھی لے جائیں اور کھیلیں کودیں۔ تو کیا آپ یُوسفؑ کے معاملہ میں ہم پہ اعتبار نہیں کرتے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ آئیں، خوب کھائیں پئیں اور کھیلیں کودیں اور ہم ان کی حفاظت و نگہداشت کے ذمہ دار ہیں، آخر ہمارا بھائی ہے اور ہمیں بھی اس کی بہتری اور پرورش کا اور اسے خوش رکھنے کا خیال ہے۔ آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ روانہ فرمائیے۔

سیر و تفریح اور کھیل کود جس میں کوئی امر خلافِ شریعت نہ ہو جائز ہے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحت مند سیر و تفریح اور کھیل کود جائز ہے بشرطیکہ کوئی بات خلافِ شریعت اختیار نہ کی جائے چنانچہ مسابقت یعنی دوڑنا یا نشانہ بازی یا گھڑ دوڑ یا کھیلوں کے ایسے مقابلے جن میں شرط نہ لگائی جائے سب جائز ہیں، ان کا اہتمام یا ان پر انعام دینے میں حرج نہیں۔ ہاں! ریس کی طرح

ان پر رقم لگائی جائے تو جوا ہونے کے باعث حرام ہے ورنہ صحت مند تفریح سے کوئی ممانعت نہیں، احادیث مبارکہ اور سیرتِ طیّبہ میں بھی نہ صرف جواز بلکہ ان کی فضیلت تک ثابت ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بھئی! مَیں انھیں جُدا بھی نہیں کرنا چاہتا اور دوسری بات یہ بھی بہت فکرمندی کی ہے کہ تم تو کھیل کود میں لگ جاؤ اور اس نواح میں تو بھیڑیئے بہت ہیں، انسانی بچہ تو وہ بہت خوش ہو کر کھاتے ہیں اگر اسے نقصان پہنچائیں یا پکڑلے جائیں تو کیا ہوگا؟ کہنے لگے، عجیب بات ہے ہم دس جوان آدمی ایک پورا لشکر بنتے ہیں اور ہمارے ہوتے ہوئے اسے بھیڑیا کھالے گا۔ آپ کیسی بات کرتے ہیں اگر ایسا ہو تو پھر ہمارا ہونا کس کام، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ساتھ لے کر چلے۔ کھانے پینے کی اشیاء لے لیں، خوب اہتمام کیا اور انھیں کندھے پر اٹھا کر روانہ ہوگئے۔ یعقوب علیہ السلام نے بھی کچھ دُور تک رخصت فرمایا مگر جب نظروں سے اوجھل ہوئے تو زمین پر پٹک دیا اور لگے طعنے دینے کہ اب اس چاند سُورج کو اور گیارہ ستاروں کو بلاؤ جو تمھیں سجدہ کر رہے تھے۔ نیز جس بھائی کی طرف بڑھتے وہ جھڑک دیتا یا تھپڑ مار دیتا اور کم سنی کے باعث زیادہ چلنا بھی دشوار تھا لہٰذا مار کھاتے چلے جا رہے تھے کہ ایک ویران کنویں پر پہنچے اور سب اسی رائے پہ متفق ہوگئے کہ آپ کو کنویں میں پھینکا جائے۔ چنانچہ ہاتھ وغیرہ باندھ کر کنویں میں لٹکا دیا اور نصف میں پہنچنے پر اوپر سے رسّی کاٹ دی تو فوراً وحی آئی کہ اے یوسفؑ! بے فکر رہیے ایک روز آئے گا کہ تیری عظمتِ شان کے سامنے یہ آنکھ نہ اٹھا سکیں گے اور تجھے پہچان بھی نہ پائیں گے کہ تُو انھیں اس واقعہ کی یاد دلائے گا۔

مفسّرین کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے کنویں میں گرنے سے پہلے تھام کر ایک چٹان پر بٹھا دیا جو آگے کو نکلی ہوئی تھی اور اللہ کی طرف سے آئندہ کے حالات منکشف ہوگئے کہ اگر کنویں کی اتھاہ گہرائی میں گرنا پڑا تو کوئی بات نہیں کہ واقعتاً تو یہ راستہ تختِ سلطنتِ مصر کو جاتا ہے اور ایک روز وہاں جلوہ افروز ہوں گے جہاں آج کے بظاہر زبردست بھائی کاسہ لیے در پہ کھڑے ہوں گے اور آپ انھیں یاد دلائیں گے کہ مَیں وہ یُوسفؑ ہوں جسے تم نے کنویں میں پھینکا تھا۔

انبیاء علیہم السلام پر قبلِ نبوت اور غیر نبی پر بھی الہام ثابت ہے

صاحب تفسیر مظہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وحی نبوّت کی نہ تھی بلکہ جیسے اُمّ موسٰی علیہا السلام کو کی گئی ویسی ہی تھی کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت کی شان کے لائق ولایت قبل نبوت بھی حاصل ہوتی ہے کہ نبوت تو چالیس برس کی عمر مبارک میں عطا ہوئی جیسے ارشاد ہے فلما بلغ اشدّہٗ اٰتینہ حکماً وعلماً۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام پر قبلِ نبوّت بھی الہام کا ہونا درُست ہے اور اسی طرح اولیاء اللہ پر بھی۔ جیسے اُمّ موسٰیؑ یا حضرت مریمؑ پر ثابت ہے نیز دونوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ فرق صرف یہ ہے کہ ولی اپنے الہام کا خود تو مکلف ہے دوسرے لوگ مکلف نہیں جبکہ نبی کی وحی کی ساری اُمت مکلف ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ ولی کو غلطی لگ سکتی ہے، نبی کو غلطی نہیں لگتی مگر ولی کا الہام نبی کی وحی کا محتاج ہوتا ہے اگر اس کے مطابق ہے تو ٹھیک اگر اس کے خلاف ہے تو ولی کو سمجھنے میں غلطی رہی ہے۔ نیز یہ اللہ کی حکمت ہے کہ سارا معاملہ یوسف علیہ السلام پر منکشف فرما دیا مگر اسی واقعہ کو یعقوب علیہ السلام کی نگاہ سے پوشیدہ رکھا حتٰی کہ وہ برسوں روتے رہے اور بعض روایات کے مطابق یوسف علیہ السلام کی جنگل روانگی سے یعقوب علیہ السلام کی ملاقات تک چالیس برس گزر چکے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے علوم بھی اللہ کی عطا کے محتاج ہوتے ہیں۔ چاہے تو دو عالم منکشف فرما دے اور نہ چاہے تو سامنے کی بات پہ بھی حجاب ڈال دے۔ مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

کسے پرسید آں گم کردہ فرزند ... اے روشن گہر! پیرِ خرد مند
ز مصرش بُوئے پیراہن شمیدی ... چرا در چاہِ کنعانش ندیدی
بگفت احوالِ ما برقِ جہاں است ... دمے پیدا دمِ دیگر نہاں است
گہے برطارمِ اعلےٰ نشینم ... گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم

کہ کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے مصر سے قاصد کے روانہ ہونے پر پیراہن کی بُو سونگھ لی مگر کنعان کے کنوئیں میں یُوسف (علیہ السلام) کا پتہ نہ چلا سکے تو فرمایا ہمارا حال تو آسمانی بجلی کا سا ہے کہ کبھی عرش تک ہر ذرہ منکشف ہو جاتے اور دوسرے لمحے اپنے پاؤں کی پُشت بھی نظر نہ آتے۔ یعنی جو اللہ دکھا دیں

وہ دیکھتے ہیں اور جس سے روک دیں وہ نظر نہیں آتا حتیٰ کہ جیل کے بعد یُوسف علیہ السلام کے پاس حکومت اور اختیارات بھی تھے مگر اللہ نے والد کو اطلاع کرنے کی اجازت نہ دی تو انھوں نے مصر سے کُرتہ روانہ کیا تو ہَوا نے خوشبُو کنعان پہنچا دی ۔ یہ سب اُس کی قدرتِ کاملہ کے کرشمے ہیں اور صرف اس کی ذات عالم الغیب والشہادہ ہے باقی ساری مخلوق اس کی بارگاہ میں محتاج ہے اور انبیاؑ اپنی ساری عظمتِ نبوت کے ساتھ دوسرے لوگوں سے کروڑوں درجہ زیادہ حقِ اطاعت ادا فرماتے ہیں ۔

چنانچہ یُوسف علیہ السلام تین روز کنویں میں رہے، اُدھر بھائیوں نے آپ کا کُرتہ اُتار کر اسے بکرے کے خون میں تر کر لیا اور عشاء کے وقت روتے پیٹتے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں پہنچے جو بے تابی سے بیٹے کا انتظار فرما رہے تھے، شور سُن کر باہر تشریف لائے تو کہنے لگے کہ ہم تو مقابلہ میں دوڑ لگانے لگے اور دُور نکل گئے اور یوسف علیہ السلام سامان کے پاس بیٹھے تھے کہ انھیں بھیڑیئے نے کھا لیا ۔ آپ کی یوسف علیہ السلام سے والہانہ محبت بھلا ہماری بات پہ آپ کو کب یقین کرنے دے گی ۔ مگر اصل بات یہی ہے اور یہ دیکھئے خون آلود کُرتہ جو ہم اٹھا لاتے ہیں ۔

بزرگوں کے آثار کی برکات

آپ نے کُرتہ کو ملاحظہ فرمایا تو وہ پھٹا ہُوا نہ تھا ۔ آپ نے فرمایا عجیب بھیڑیا تھا کہ کوئی ہڈی پسلی یا بچا کھچا ٹکڑا بدن کا نہ چھوڑا اور سب کھا گیا مگر کُرتے سے یُوسف کو ایسے نکالا کہ پھٹنے نہ دیا ۔ خُون سے تو بھر گیا مگر رہا سالم ہی ۔ یہ سب تمھارے نفس کی گھڑی ہوئی بات ہے کہ آثار بھی اس کے خلاف گواہی دے رہے ہیں ۔

یہاں صاحبِ معارف القرآن نے استدلال فرمایا ہے کہ قاضی کو آثار اور حالات سے بھی جانچنا چاہیئے کہ کون فریق سچا ہے ۔ نیز یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ بزرگوں کے آثار میں کس قدر برکات ہوتی ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے کُرتے نے تین مقامات پر عجیب کام کئے اوّل بھائیوں نے باپ کو دھوکہ دینا چاہا تو کُرتے کی شہادت سے ان کا جھوٹ پکڑا گیا ۔ عزیزِ مصر کی بیوی نے تہمت لگائی تو آپ کے کُرتہ کی شہادت سے جھوٹی ثابت ہوئی اور خوشخبری دینے والا آپ کا کُرتہ لایا تو یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آگئی ایسے ہی سیّدۃ کائنات حبیبۂ حبیبِ کبریا حضرت عائشہ الصّدیقہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹہ سے تین عظیم واقعات وابستہ ہیں کہ اسلام اور کفر کا اوّلین معرکہ جو

بدر میں بپا ہُوا اور اسلامی انقلاب کا سنگِ بنیاد بنا، وہاں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوپٹہ کا عَلم بنایا تھا۔ خیبر کے روز جو پرچم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا ہُوا وہ آپؓ کا دوپٹہ تھا اور فتح مکہ کے روز جو عَلم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھا وہ آپؓ کا دوپٹہ تھا۔ وہاں کرُتے نے افراد تک نفع پہنچایا مگر یہاں دوپٹے نے انسانیت کی تقدیر بدل دی۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ کہ یہ آپ ﷺ کی برکات کا مظہر تھا۔

لیکن آپ کا ارشاد اِس قِصّے کی جان ہے کہ اگرچہ تمھارا جھوٹ واضح ہے اور یوسف علیہ السلام کے خواب کا حال بھی معلوم، تم قتل کر سکتے ہو نہ بھیڑیا کھا سکتا ہے مگر میرا لختِ جگر کس حال میں ہے کتنا دُکھی ہے اور میرے محبُوب پہ کیا بیت رہی ہے۔ اِس دُکھ میں کلیجہ بھی پھٹ جائے تو کسی کے سامنے اُف نہ کروں گا بلکہ صبر اور ضبط کی اعلیٰ مثال دیکھو گے اور صرف اللہ ہی مدد کرنے والا ہے جو میرے حالِ دل سے بھی واقف ہے اور یوسفؑ کا ربّ بھی ہے اور جو تم کہتے ہو وہ بھی سُن رہا ہے۔ یہی کیفیت اِس قصے کی خوبصورتی کا راز ہے۔

رائے اور قیاس میں غلطی لگ سکتی ہے

حضرت یعقوب علیہ السّلام نے یہاں حالات سے اندازہ کر کے رائے قائم فرمائی جو درُست تھی، مگر جب وہ مصر سے لوٹے اور بنیامین کو وہاں روک لیا گیا تو پھر آپ کا اندازہ یہی تھا اور فرمایا، سوّلت لکم انفسکم امراً مگر ایسا نہ تھا وہ ان کی مجبُوری تھی۔ لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ ذاتی رائے میں کسی کو بھی غلطی لگ سکتی ہے خواہ وہ نبی ہو، کہ دین کے بارہ تو نبی ذاتی رائے سے بات ہی نہیں کرتا اور دُنیا کے امور میں غلطی لگنے کا امکان موجود ہے اگرچہ نبی غلطی پہ قائم نہیں رہتا اور مطلع فرما دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر کسی کو دوُسرے کی رائے بھی سن لینا چاہیئے اور صرف ذاتی رائے پہ اصرار مناسب نہیں۔

پھر ایک اتفاق ایسا ہوا یا حادثہ ہوا کہ ایک قافلہ جو مصر جا رہا تھا اپنا راستہ بھول کر اُدھر آنکلا کہ یہ ویرانہ مروّجہ راستے سے ہٹ کر تھا اور اس کا راستہ عرصہ سے متروک تھا۔ یہ اتفاق دراصل تقدیر کے ازلی نظام ہی کی کڑی تھی کہ یوسف علیہ السلام کے لئے انھیں ادھر لایا گیا۔ بھائیوں نے بیچ کھایا اور خوش ہوئے کہ ساری زندگی اب بِکتا ہی پھرے گا مگر اللہ انھیں اِسی راستے حکومتِ مصر تک لے گیا۔ یہ سب

اس کی قدرتِ کاملہ کے کرشمے ہیں ۔ دنیا میں کچھ بھی اتفاقاً نہیں ہوتا اگرچہ ہماری نگاہ اس تک نہ پہنچ جائے ۔

چنانچہ قافلے والے اُدھر آنکلے ، کیمپ لگایا اور اپنا آدمی پانی لانے کو بھیجا وہ اسی ویران کنویں پر پہنچا مفسرین نے اس کا نام مالک بن دعبر لکھا ہے ۔ اُدھر یہودا جو آپ کا بھائی تھا ۔ تین روز سے تھوڑا بہت کھانا بھی کنویں پہ پہنچا دیتا اور حال کی اطلاع بھی رکھتا ادھر اس نے ڈول ڈالا تو آپ اللہ کے حکم سے ڈول میں سوار ہو گئے ۔ اس نے بڑا زور لگا کر کھینچا ۔ حیران تھا کہ وزنی کیوں ہے ۔ ڈول اوپر آیا تو جمالِ یوسف سے آنکھیں چندھیا گئیں ، پکار اٹھا : کتنا حسین لڑکا ہے ! فوراً چھپا لیا کہ بردہ فروشی تو ایک بہت بڑی تجارت تھی پھر اس قدر خوبصورت بچہ تو نِری دولت ہے ۔ اِسے تو کوئی بادشاہ ہی خرید سکے گا ۔ اُس نے فوراً چھپا لیا کہ قافلے میں بھی کسی کو پتہ نہ چلے اور نہ اس کے کوئی وارث جان سکیں ۔ مگر یہودا نے بھائیوں کو خبر کی تو وہ بھی آ گئے ۔ چنانچہ قافلہ میں تحقیق کر کے برآمد کر لیا کہ یہ تو ہمارا بھاگا ہوا غلام ہے مگر ہمیں اب اس سے کوئی دلچسپی نہیں ۔ زاہد ، زہد سے مشتق ہے کہ کوئی رغبت نہ ہو ۔ چنانچہ انھوں نے بہت تھوڑے سے دراہم کے بدلے بیچ دیا کہ عرب چالیس تک گنتی کرتے تھے اگر اس سے زیادہ رقم ہوتی تو اس کا وزن شمار ہوتا تھا لہٰذا انھوں نے چالیس یا اس سے کم دراہم پر بیچ دیا ۔ بعض روایات میں ہے کہ بیس دراہم پر بیچا اور دو درہم فی کس بانٹ لئے لیکن قافلے والے ہوں یا بھائی سب کے کردار سے اللہ کریم تو بخوبی واقف تھے ۔ قافلے والے سمجھ رہے تھے کہ ہم نے بہت نفع کمایا ، بھائیوں کا خیال تھا ہمارا مسئلہ ہمیشہ کے لئے حل ہو گیا ۔ اور راستے کا یہ کانٹا نکل گیا ۔ مگر ربِ جلیل جانتے ہیں کہ اللہ کا نبی اور محبوب کس منزل کو رواں ہے کتنی روحانی بلندیاں اور کتنی دنیاوی عظمتیں اس کی راہ دیکھ رہی ہیں ۔

رکوع نمبر ۳   آیات ۲۱ تا ۲۹   ومامن دابۃ ۱۲ / ۱۲

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ؗ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَاللّٰهُ

اور مصر میں جس شخص نے اس کو خریدا اس نے اپنی بیوی سے (جس کا نام زلیخا تھا) کہا کہ اس کو عزت و اکرام سے رکھو ۔ عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں اور اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمین مصر میں جگہ دی اور غرض یہ تھی کہ ہم ان

21. And he of Egypt who purchased him said unto his wife: Receive him honourably. Perchance he may prove useful to us or we may adopt him as a son. Thus We established Joseph in the land that We

21. And he of Egypt who purchased him said unto his wife: Receive him honourably. Perchance he may prove useful to us or we may adopt him as a son. Thus We established Joseph in the land that We might teach him the interpretation of events. And Allah was predominant in his career, but most of mankind know not.

22. And when he reached his prime We gave him wisdom and knowledge. Thus we reward the good.

23. And she, in whose house he was, asked of him an evil act. She bolted the doors and said: Come! He said: I seek refuge in Allah! Lo! he is my lord, who hath treated me honourably. Wrong-doers never prosper.

24. She verily desired him, and he would have desired her if it had not been that he saw the argument of his Lord. Thus it was that We warded off from him evil and lewdness. Lo! he was of Our chosen slaves.

25. And they raced with one another to the door, and she tore his shirt from behind, and they met her lord and master at the door. She said: What shall be his reward, who wisheth evil to thy folk, save prison or a painful doom?

26. (Joseph) said: She it was who asked of me an evil act. And a witness of her own folk testified: If his shirt is torn from front, then she speaketh truth and he is of the liars.

27. And if his shirt is torn from behind, then she hath lied and he is of the truthful.

28. So when he saw his shirt torn from behind, he said: Lo! this is of the guile of you women. Lo! the guile of you is very great.

29. O Joseph! Turn away from this, and thou, (O woman), ask forgiveness for thy sin. Lo! thou art of the sinful.

غَالِبٌ عَلَىٰٓ أَمْرِهِۦ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ	کو خواب کی باتوں کی تعبیر سکھائیں۔ اور خدا اپنے کام پر غالب ہے
لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾	لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۱﴾
وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُۥٓ ءَاتَيْنَٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا	اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو دانائی اور علم بخشا
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٢٢﴾	اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۲۲﴾
وَرَٰوَدَتْهُ ٱلَّتِى هُوَ فِى بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِۦ	تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا
وَغَلَّقَتِ ٱلْأَبْوَٰبَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ	اور دروازے بند کرکے کہنے لگی (یوسف) جلدی آؤ انہوں نے کہا کہ خدا
قَالَ مَعَاذَ ٱللَّهِ إِنَّهُۥ رَبِّىٓ أَحْسَنَ مَثْوَاىَ	پناہ میں رکھے وہ (یعنی تمہارے میاں) تو میرے آقا ہیں انہوں نے مجھے اچھی
إِنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴿٢٣﴾	طرح سے رکھا ہے (میں ایسا ظلم نہیں کر سکتا) بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے ﴿۲۳﴾
وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِۦ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ أَن	اور اس عورت نے ان کا قصد کیا اور انہوں نے اس کا قصد کیا
رَّءَا بُرْهَٰنَ رَبِّهِۦ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ	اگر وہ اپنے پروردگار کی نشانی نہ دیکھتے (تو جو ہوتا ہوتا) یوں
ٱلسُّوٓءَ وَٱلْفَحْشَآءَ إِنَّهُۥ مِنْ عِبَادِنَا	اس لیے (کیا گیا) کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو روک
ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾	دیں۔ [۱۵۳] بیشک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھے ﴿۲۴﴾
وَٱسْتَبَقَا ٱلْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُۥ مِن	اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف پیچھے زلیخا) اور
دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا ٱلْبَابِ قَالَتْ	عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا اور دونوں
مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ	کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا تو عورت بولی کہ جو شخص تمہاری بیوی
أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٥﴾	کے ساتھ برا ارادہ کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ یا تو قید کیا جائے یا دکھ کا عذاب دیا جائے ﴿۲۵﴾
قَالَ هِىَ رَٰوَدَتْنِى عَن نَّفْسِى وَشَهِدَ	(یوسف نے) کہا اسی نے مجھ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔
شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَآ إِن كَانَ قَمِيصُهُۥ	اس کے قبیلے میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے یہ فیصلہ کیا کہ
قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ	اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہو تو یہ سچی اور یوسف
ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٢٦﴾	جھوٹا ہے ﴿۲۶﴾
وَإِن كَانَ قَمِيصُهُۥ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ	اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور
وَهُوَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿٢٧﴾	وہ سچا ہے ﴿۲۷﴾
فَلَمَّا رَءَا قَمِيصَهُۥ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُۥ	جب اس کا کرتا دیکھا (تو) پیچھے سے پھٹا تھا (تب اس
مِن كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ	نے زلیخا سے) کہا کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے اور کچھ شک نہیں کہ تم
عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾	عورتوں کے فریب بڑے (بھاری) ہوتے ہیں ﴿۲۸﴾
يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا وَٱسْتَغْفِرِى	یوسف! اس بات کا خیال نہ کر۔ اور (زلیخا) تو اپنے گناہ کی
ع ۱۳ لِذَنۢبِكِ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ ٱلْخَاطِـِٔينَ ﴿٢٩﴾	بخشش مانگ۔ بیشک خطا تیری ہی ہے ﴿۲۹﴾

اسرار و معارف

چنانچہ قافلہ والے اس خزانے کو لے کر مصر پہنچے اور فروخت کا بہت اہتمام کیا حتیٰ کہ شاہی محل تک شہرہ پہنچا کہ ایک غلام بکنے کو ہے جس کے حُسن کی چمک سُورج کو ماند کرتی ہے۔ قافلوں کا طریقہ کار یہ ہوتا تھا کہ جس شہر میں پہنچتے، قیام کرتے اور مال کی خوب شہرت کر کے ایک خاص روز فروخت کے لئے مقرر کر دیتے کہ لوگ زیادہ جمع ہوں اور اچھی قیمت لگے۔ چنانچہ خوب خوب بولیاں لگیں۔ آخر عزیزِ مصر نے جس کا نام قطفیر تھا خرید لیا اور آپ کے وزن کے برابر سونا، مشک اور اتنا ہی ریشمی کپڑا قیمت میں ادا کر دیا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ وزیر تھا اور حکمران عمالقہ میں سے تھا جس کا نام ریّان بن اُسید تھا۔ لیکن اگر یہ وزیر بھی تھا تو حکومت کا نظام یہی چلاتا تھا اور بادشاہ نے بھی بالآخر یُوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی، اسلام قبول کیا اور آپ کی حیات میں انتقال کر گیا۔ بہرحال اُسے تو واقعی خوش ہونا چاہیئے تھا۔ گھر لایا اور بیوی سے بڑے اہتمام سے رکھنے کو کہا کہ اسے عام غلاموں کی طرح نہ رکھے بلکہ اس انداز سے اس کی تربیت کرے کہ ہمارے آئندہ کے منصوبے اس کے ہاتھوں مکمل ہوں اور اس کے چہرے کے نور سے بہتری کے آثار ہویدا ہیں تو ہم آگے چل کر اسی کو اپنا متبنّٰی بنا لیں اور ہمارا وارث ہو کہ ان کے اولاد نہ تھی۔ اسی خاتون کا نام زلیخا تھا اور مصر کے حسینوں کی ملکہ تھی، اس نے بڑے پیار سے پرورش کی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ قیافہ شناسی میں تین آدمیوں نے کمال دکھایا۔ اوّل عزیزِ مصر جس نے یُوسف علیہ السلام کے کمالات کا اندازہ کر لیا تھا، دوم شعیب علیہ السلام کی بیٹی جس نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے رائے قائم کی تھی اور تیسرے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے بارِ خلافت کے لئے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔

نیک لوگ اور خصوصًا صاحبِ حال امورِ سلطنت دوسروں سے بہت بہتر چلا سکتے ہیں

اللہ کریم فرماتے ہیں، ہم نے تو یُوسفؑ کو حکومت بخش دی اور روئے زمین پر سلطان بنا دیا تاکہ انھیں نورِ نبوّت کے ساتھ علمِ تعبیرِ رؤیا اور علمِ نظامِ سلطنت

بھی عطا کریں کہ وہ زمین کو انصاف سے بھر دیں اور اللہ کی مخلوق پر اللہ کا قانون نافذ کریں۔ تاویلِ احادیث سے مراد وحی بھی ہے علمِ تعبیر بھی ہے اور امورِ سلطنت بھی کہ ہر کام کو دُرست انداز میں اور پورے انصاف سے کیا جائے۔ تو ثابت ہُوا کہ نیک لوگوں کو یہ مشورہ کہ امورِ سلطنت آپ کے بس کی بات نہیں غلط ہے بلکہ صاحبِ حال لوگ دوسروں کی نسبت امورِ مملکت کو زیادہ بہتر طریقے سے چلا سکتے ہیں کہ وہ اقتدار میں آکر اندھے نہیں ہو جاتے بلکہ عظمتِ الٰہی کو سامنے رکھ کر فیصلے کرتے ہیں۔

اور بظاہر غلام بن کر بکنے والا یوسفؑ اللہ کی قدرت سے سلطان بننے کے لئے محلاتِ شاہی میں داخل ہو رہا ہے اور اللہ کریم پہلے سے اطلاع دے رہے ہیں کہ اللہ اپنے کام پہ قادر ہے اور جو چاہے اور جب چاہے کر سکتا ہے لیکن لوگ اندھے ہیں اسباب کے گورکھ دھندے میں اُلجھ کر مسبب الاسباب کی قدرتِ کاملہ کو فراموش کر بیٹھتے ہیں لیکن یہاں عجیب بات یہ ہے کہ اس پیشگوئی اور اطلاع کے باوجود پھر کئی برس انھیں جیل میں رہنا پڑا پھر دربارِ شاہی میں پڑتال ہو کر بے گناہ ثابت ہوئے اور بادشاہ نے امورِ سلطنت میں انھیں داخل کیا اور بالآخر مسلمان ہو کر اُن کا خادم بن گیا اور یوں مصر کی سلطنت ان تک پہنچی یہ سب باتیں درمیان میں ہیں لہٰذا اگر کشفاً کسی واقعہ کا انجام معلوم بھی ہو تو یہ ضروری نہیں کہ وہ سب کچھ اسی وقت ہو جائے گا یا درمیان میں کوئی اور رکاوٹ نہ آئے گی بلکہ ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا ہے۔

علمِ لدُنی

اب مزید عطا کی باری آئی اور یوں ناز و نعم میں پل کر جب جوان ہوئے تو نبوت سے سرفراز فرمایا اور انھیں علوم سے نوازا یعنی دین و دنیا کے علوم عطا فرمائے اور یہی علمِ لدُنی ہے جو بغیر ظاہری استاد کے محض اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے کہ حصولِ علم کا معروف ذریعہ تعلیم و تعلّم ہے مگر انبیاء کسی انسان سے علم نہیں پاتے۔ لہٰذا ہر نبی کو اللہ کی طرف سے علم عطا ہوتا ہے اور بعض کاملین کو باتباعِ نبی یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں میں یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ علماءِ ظواہر کی نسبت بہت زیادہ نکتہ رس ہوتے ہیں، بات کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں اور دینی علم کے ساتھ امورِ دنیا اور رموزِ سلطنت سے بھی بہت اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں۔ نبوت کس عمر میں عطا ہوئی؟ اس پہ روایات مختلف ہیں کسی نے تیس، بعض نے تینتیس اور بعض نے چالیس سال لکھے ہیں مگر قرآنِ حکیم نے صرف یہ فرمایا ہے کہ عنفوانِ شباب میں انھیں یہ

نعمتیں نصیب ہوتیں اور جو بھی خلوصِ دل سے ہماری طلب رکھتے ہیں اور پورے خلوص سے اطاعت کرتے ہیں، انھیں اسی طرح سے نوازا جاتا ہے کہ علومِ ظاہری باطنی کے ساتھ عزت و وقار اور دولت سلطنت بھی نصیب ہوتی ہے۔

احسان کا درجہ نصیب ہو تو علومِ باطنی کے ساتھ اقتدارِ ظاہری کا سبب بھی ہے

نبوت تو وہبی ہے، اور نبی ازل سے منتخب قرار پائے مگر ولایت اور علومِ باطنی کے ساتھ حکومت و اقتدار اللہ کے انعام کے طور پر نصیب ہو سکتا ہے اور بدکاروں کو جو اقتدار ملتا ہے وہ اُن کے لیے بھی مصیبت بنتا ہے اور جن لوگوں پر وہ مسلّط کئے جاتے ہیں انھیں بھی سزا دینا ہی مقصود ہوتا ہے۔

زلیخا پھسل گئی

پہلے ہی یوسفؑ تھے پھر اُٹھتی جوانی اور اس پر نورِ نبوت کی چمک' اس سب نے مل کر زلیخا کا قرار چھین لیا اور اسے نہ عمر کا خیال رہا نہ اپنے مقام و مرتبے کا لحاظ بلکہ یوسف علیہ السلام کو پانے کی آرزو میں اندھی ہوگئی ورنہ تو حضرت اس کے زرخرید تھے پھر عمر کے اعتبار سے اس کے لئے بچوں جیسے تھے مگر یہ سب کسے یاد رہا تھا۔ وہاں تو بس ایک آرزو تھی اور وہ یوسفؑ کو پانے کی تھی۔ چنانچہ اس نے انھیں دعوتِ گناہ دے ڈالی اور بہت کوشش کی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ سے بہت پیار پیار کی باتیں کرتی۔ آپ کے بالوں آنکھوں اور چہرے کے حُسن کی تعریف کرتی اور اپنی محبت کا اظہار کرتی تھی۔ نیز دروازے بند کر دیئے۔ جو مفسرین کے مطابق سات تھے اور اندر کا کمرہ خوب سجایا اور بہترین بستر لگا کر کہا کہ آؤ! میری آغوش میں آجاؤ کہ آج کا وقت تمھارا ہے، مَیں نے تمھاری خاطر سب سنگھار اور اہتمام کیا ہے۔ انھوں نے فرمایا، اللہ کی پناہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمھارا خاوند تو میرا محسن ہے اس نے تو مجھے بچپن سے لے کر اب تک میری پرورش کی ہے اور بہت ہی پیار اور عزّت و احترام سے کی ہے تو کیا اس کا بدلہ میں یہ دوں کہ اس کی آبرو سے کھیلوں اور دوسرے یہ کہ اللہ نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے اور حدودِ شرعی کا علم بخشا ہے جس کی رُو سے زنا، بہت بڑا ظلم ہے اور ظلم کا ارتکاب کرنے والے کبھی فلاح نہیں پاتے۔

زلیخا کا ارادہ اور یوسف علیہ السلام کا پیغمبرانہ کردار

اللہ کریم فرماتے ہیں کہ زلیخا نے تو یوسفؑ کو پانے کا پکا ارادہ کر لیا اور یوسفؑ بھی کرتے اگر اللہ کی برہان نہ دیکھ رہے ہوتے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق اللہ کی یہ برہان نبوّت ہے جو نبی کو معصوم عن الخطا بنا دیتی ہے اور لولا ان رّا برھان ربّہ کی جزا ہے۔ ھمّا بھا یعنی اُن میں بھی طبعی طور پر میلان پیدا ہوسکتا تھا وہ بھی انسان تھے اور بطور انسان بھی اس مزاج کے کہ فطری میلان جو غیر اختیاری ہے، اس کا ہونا ممکن تھا۔ اگرچہ ایسا ہوتا تو بھی گناہ نہ ہوتا کہ فرشتے اور انسان میں یہی فرق ہے کہ فرشتے کو گناہ کی طرف رغبت ہی نہیں ہوسکتی مگر انسان کو فطری رغبت ہوتی ہے مگر ضبط کرتا ہے اور اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا مگر یہاں تو وہ بھی نہ ہوسکا کہ آپ اللہ کے نبی تھے اور یہ یاد رہے کہ اس واقعہ سے قبل نبوت عطا فرمائے جانے کا تذکرہ موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ فرماتے ہیں اس طرح ہم نے انھیں گناہ سے بھی اور ارادۂ گناہ یا گناہ کی مبادیات کہ وہ ارادہ کرتے یا زلیخا سے زبانی ایسی بات کرتے جو حیاء کے خلاف ہوتی یا چھیڑ چھاڑ کرتے۔ فرمایا، ہم نے نورِ نبوّت اور عصمتِ نبوّت عطا کرکے معمولی سے گناہ سے بھی ان کو بچا لیا بلکہ گناہ اور بے حیائی کو اُن سے دُور کر دیا۔ یعنی وہ عصمتِ نبوت کی اس بلندی پہ فائز کر دیئے گئے کہ گناہ کا خیال وہاں تک پہنچنے سے قاصر تھا اور تیسری بات یہ کہ وہ میرے مخلص بندوں میں سے تھے اور یہ تو شیطان نے بھی اقرار کیا تھا کہ مَیں لوگوں کو بہکا لوں گا الّا عبادکَ منھم المخلصین کہ تیرے مخلص بندوں کو مَیں بھی بہکا نہ سکوں گا۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی بھُول کا تذکرہ ہے تو توبہ کا ذکر بھی ہے۔ یونس علیہ السلام کا تذکرہ ہے تو توبہ یا مغفرت کا ذکر بھی ہے اگر یہاں بھی ذرّہ برابر خطا کا صدُور ہوتا تو توبہ اور رجوع اِلی اللہ کا تذکرہ ہوتا۔ ہر لغزش سے بچا لینے اور عبادِ مخلصین میں سے ہونے کا ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

پتہ نہیں کیوں علمائے نے یہ بحث فرمائی ہے اور "ھم" کے مختلف درجے مقرر کرتے رہے ہیں۔ میرے خیال کے مطابق اس سارے اہتمام کی یہاں ضرورت ہی پیش نہیں آتی، اس لئے کہ رائے کی خطا اور شے ہے اور اخلاقیات یا کردار میں زنا جیسے گھناؤنے فعل کا خیال بھی نبی کی ذات کی طرف منسوب کرنا ممکن نہیں کہ انھوں نے پہلا جملہ ہی یہ ارشاد فرمایا "معاذ اللہ" یعنی اللہ کی پناہ گویا سُن کر بھی تاب نہ لائے۔ جب انھوں

نے زلیخا کی حد سے بڑھتی ہوئی بے تابی دیکھی اور دیکھا کہ میری نصیحت کا بھی کوئی اثر نہیں ہو رہا تو دروازے کی طرف بھاگے جو سات تھے اور سات مقفل تھے مگر قدرتِ باری سے کھلتے چلے گئے

توکّل

مفسرین نے برہانِ ربّ کے تحت لکھا ہے کہ انھیں یعقوب علیہ السلام نظر آئے۔ بعض نے فرمایا کہ آیات لکھی ہوئی نظر آئیں یا اور اس طرح کی روایات سب ممکن ہیں اور ایسا ہو سکتا ہے، مگر اصل بات عصمتِ نبوت تھی اور اللہ پر توکل کہ بھاگ تو کھڑے ہوتے اور یہی توکل ہے کہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر اسباب سے قطع نظر جو کچھ بس میں ہو، کر گزرے پھر جو اللہ کو منظور ہو وہ ظاہر ہو جائے گا اس کی فکر نہ کرے، جیسے یوسف علیہ السلام نے مقفل دروازوں کی پرواہ نہ کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ قفل کھل کر گرتے گئے زلیخا بھی لپکی۔ پیچھے سے کُرتہ پکڑا مگر آپ نے پرواہ نہ کی اور کُرتہ پیچھے سے پھٹ گیا۔ اور جیسے ہی باہر کے دروازے سے نکلے تو سامنے اس کا شوہر یعنی عزیزِ مصر کھڑا تھا اور دونوں اسی حال میں اس کے رُوبرو تھے۔

زلیخا کا حال

زلیخا فوراً بدل گئی اور کہنے لگی کہ ایسے آدمی کی سزا جیل کی سختی یا سخت ترین عذاب ہونا چاہیے جو تیرے گھر میں اور تیری ہی بیوی پہ دست درازی کرے۔ تو یہاں یہ ثابت ہوا کہ زلیخا صرف اپنے نفس کی خواہش کی تکمیل میں دیوانی ہو رہی تھی اسے یُوسف علیہ السلام سے محبت نہ تھی۔ برادرانِ یوسفؑ نے یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا پھر کنویں میں پھینکا، بیچ کھایا مگر ایک سبب باپ کی محبت بھی تھی جسے حاصل کرنے کا طریقہ بہت بڑا گناہ تھا مگر نبی کی محبت نے انھیں توبہ کی توفیق بھی دی، قتل سے بھی بچایا اور معافی بھی دِلوا دی۔ کاش! زلیخا کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت ہوتی تو کبھی محروم نہ رہتی۔ مگر یہاں تو محض خواہش کی تکمیل کی طلب تھی جب مشکل پڑی تو یوسف علیہ السلام پہ اُچھال دی۔ بھلا کوئی اپنے محبوب سے یہ سلوک کرتا ہے؟ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ زلیخا یوسف علیہ السلام کو نہ پا سکی اور نہ اُن کی بیوی بنی بلکہ ان کی اہلیہ کا نام آسناتھ تھا کہ نبی کی بیوی کافر تو ہو سکتی ہے اخلاقی گناہ میں ملوث نہیں ہو سکتی۔

اپنی برأت ثابت کرنا سُنّتِ انبیاءؑ ہے

یوسف علیہ السلام نے اپنی برأت بیان فرمائی اور اس کے الزام کی پُوری سختی سے تردید فرماتے ہوئے اصل بات بیان فرما دی کہ یہ سارا کارنامہ تو اس کا تھا۔ اس نے مجھے دعوتِ گناہ دی جس سے میں بھاگ رہا

تھا۔ تو اللہ نے ان کا معجزہ ظاہر فرمایا اور اسی گھر میں ایک بچہ جو گہوارہ میں پڑا تھا۔ غالباً کسی خادمہ کا ہوگا یا ان کے کسی خاندان کے فرد کا بہر حال ان میں کا تھا، اللہ نے اسے گویا کر دیا۔ اب وہ صرف اتنا بھی کہہ دیتا کہ قصور زلیخا کا ہے تو بھی بہت کافی تھا مگر اُس نے پھر حکیمانہ بات کی کہ اے عزیز مصر! کُرتے کو دیکھ، اگر سامنے سے پھٹا ہے تو قصور یوسفؑ کا ہے اور زلیخا نے دفاع کرتے ہوئے پھاڑا ہوگا لیکن اگر پیچھے سے پھٹا ہے تو قصور زلیخا کا ہے کہ یہ بھاگ رہے تھے اور وہ پکڑنا چاہتی تھی۔

یقیناً جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں، ربِ جلیل انھیں کبھی رُسوا نہیں ہونے دیتے جیسے حضرت مریم کے لئے ننھے عیسیٰ علیہ السلام کو گویا کر دیا۔ یا بنی اسرائیل کے ایک ولی حضرت جریج پر تہمت لگی تو نوزائیدہ بچے نے برأت بیان کی یا فرعون کے سامنے ماشطہ نامی چھوٹی بچی نے بات کر کے موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے باز رکھا یہاں یوسف علیہ السلام کی شہادت ایک ننھے بچے نے معجزانہ طور پر دی۔ مظہری میں ہے کہ ان چار بچوں نے معجزانہ طور پر کلام کیا اور جب آقائے نامدار ﷺ کی زوجہ محترمہ پہ بہتان لگایا گیا تو اللہ کریم نے کسی بچے سے شہادت دلوانے کی بجائے خود شہادت دی اور برأت بیان کی اور سورہ نُور میں مسلسل آیات نازل فرمائیں۔

چنانچہ عزیز مصر نے دیکھا کہ قمیض تو پیچھے سے پھٹ رہی ہے اگرچہ بچے کا معجزانہ کلام ہی کافی تھا مگر شہادت میں قرائن کا اپنا اثر ہوتا ہے اور اپنی ایک حیثیت رکھتے ہیں تو کہنے لگا کہ زلیخا یہ تو تیرے مکر کی دلیل ہے اور یقیناً جب عورت مکر کرتی ہے تو پھر وہ بہت بڑا مکر کرتی ہے کہ شیطان کے مکر کو اللہ نے کمزور کہا ہے مگر یہاں عورت کا مکر کید عظیم کہا گیا ہے نہ ہر عورت بلکہ مکار عورت بڑا ہی مکر کر سکتی ہے۔ لہٰذا یُوسف علیہ السلام سے درگزر کرنے کو کہا کہ آخر بات پھیلے گی تو رُسوائی ہوگی اسے اپنی عزت کا احساس بھی تو تھا، نیز ان کی دل آزاری کا پاس بھی تھا تو کہنے لگا آپ میری خاطر سے سہی، درگزر فرمائیے اور اے زلیخا! تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے تمھیں تو ہر طرح سے معافی طلب کرنا چاہیئے، یہ تمھاری اخلاقی ذمہ داری ہے کہ اب مجھ سے بھی یعنی شوہر سے بھی معافی چاہو اور یوسف (علیہ السلام) سے بھی، جن کی بہت دل آزاری کر چکی ہو معافی طلب کرو۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ
تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا
اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۰)
فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ
وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ
وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ
اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ
وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ
مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ
كَرِيْمٌ (۳۱)
قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ وَ
لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ
وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ
وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ (۳۲)
قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ
اِلَيْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ
اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ (۳۳)
فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ
كَيْدَهُنَّ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۳۴)
ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ
لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ (۳۵)

اور شہر میں عورتیں گفتگو میں کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے
غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور اسکی محبت اسکے دل میں
گھر کر گئی ہے۔ ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے (۳۰)
جب زلیخا نے ان عورتوں کی (گفتگو جو حقیقت میں دیدار یوسفؑ
کے لئے ایک) چال (تھی) سنی تو انکے پاس (دعوت کا) پیغام بھیجا
اور انکے لئے ایک محفل مرتب کی اور (پھل تراشنے کیلئے) ہر ایک کو ایک چھری
دی اور (یوسفؑ سے) کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ جب عورتوں نے انکو
دیکھا تو اُن کا رعب (حسن) اُن پر (ایسا) چھا گیا کہ (پھل تراشتے
تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور بیساختہ بول اُٹھیں کہ سبحان اللہ
(یہ حسن) یہ آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے (۳۱)
تب زلیخا نے کہا یہ وہی ہے جسکے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی
تھیں اور بیشک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا
رہا اور اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جو میں اسے کہتی ہوں تو قید
کر دیا جائے گا اور ذلیل ہوگا (۳۲)
یوسفؑ نے دعا کی کہ پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اسکی
نسبت مجھے قید پسند ہے اور اگر تو مجھ سے انکے فریب کو نہ ہٹائیگا تو میں انکی
طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤنگا (۳۳)
تو خدا نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان سے عورتوں کا مکر دفع
کر دیا۔ بیشک وہ سننے (اور) جاننے والا ہے (۳۴)
پھر باوجود اس کے کہ وہ لوگ نشان دیکھ چکے تھے اُن کی
رائے یہی ٹھیری کہ کچھ عرصے کیلئے اُن کو قید ہی کر دیں (۳۵)

30. And women in the city said: The ruler's wife is asking of her slave-boy an ill deed. Indeed he has smitten her to the heart with love. We behold her in plain aberration.

31. And when she heard of their sly talk, she sent for them and prepared for them a cushioned couch (to lie on at the feast) and gave to every one of them a knife and said (to Joseph) : Come out unto them! And when they saw him they exalted him and cut their hands, exclaiming: Allah Blameless! This is not a human being. This is no other than some gracious angel !

32. She said: This is he on whose account ye blamed me. I asked of him an evil act, but he proved continent, but if he do not my behest he verily shall be imprisoned, and verily shall be of those brought low.

33. He said: O my Lord! Prison is more dear than that unto which they urge me, and if Thou fend not off their wiles from me I shall incline unto them and become of the foolish.

34. So his Lord heard his prayer and fended off their wiles from him. Lo! He is Hearer, Knower.

35. And it seemed good to them (the men-folk) after they had seen the signs (of his innocence) to imprison him for a time.

اسرار و معارف

جب کوئی بات وقوع پذیر ہوتی ہے تو کب چھپتی ہے۔ آخر اُس کی سُن گُن تو نکل ہی جاتی ہے چنانچہ
یہ بات بھی درباری امراء کی بیویوں تک پہنچی تو انھیں بہت حیرت ہوئی کہ عجیب بات ہے کہ ایک امیر

کی بیوی اور خادم پہ عاشق ہو جائے یا ایک زر خرید غلام کی محبت کی اسیر ہو جائے یہ تو بہت ہی نامناسب بات ہے ۔ عزیزِ مصر کی بیوی اور یہ کردار تو بہت ہی غلط کام ہے ۔ لیکن ایک حد تک اندر سے وہ بھی بیقرار تھیں کہ دیکھیں تو سہی وہ حسین ہے کیسا جس پر عزیزِ مصر کی بیوی فدا ہوگئی ۔ لہٰذا انھوں نے اس طرح کی باتیں بنائیں کہ زلیخا سُن کر خود ہی یہ چاہے گی کہ ہم بھی دیکھ سکیں تاکہ اُسے طعنہ دینے سے باز رہیں ۔ اسی لئے یہاں ان کی غیبت کو مکر کہا گیا ہے کہ یہ غیبت بھی دراصل جمالِ یُوسفؑ کو دیکھنے کی خفیہ تدبیر تھی اور اپنا کام کر گئی کہ جب یہ بات زلیخا کو پہنچی تو اس نے ان خواتین کی دعوت کی اور گھر کو خوب سجایا نیز طرح طرح کے کھانے اور میوہ جات جمع کئے اور صرف عورتوں عورتوں کو کھانے پہ بُلایا کھانے کی میز پر چاقو چھُریاں یا چھُری کانٹے بھی تھے کہ گوشت کو چھُری سے کاٹ کر کھاتے تھے نیز فروٹ بھی چھُری سے کاٹ کر کھاتے تھے ۔ لہٰذا جب وہ دعوت میں مصروف ہوگئیں گوشت کاٹ کاٹ کر کھانے لگیں تو زلیخا نے یوسف علیہ السّلام کو کھانے کے کمرے میں بلوا لیا جو غالباً پہلے کسی نے بھی اُن میں دیکھ نہ پائے تھے اور زلیخا انہیں سب کی نگاہوں سے بچا کر رکھتی تھی ۔

صاحبِ مظہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس طرح سورج کی دھوپ دیواروں پہ چمکتی ہے، جمالِ یُوسف علیہ السلام سے اس طرح دیواریں تک چمک اٹھتی تھیں لہٰذا جب اس کمرے میں داخل ہوئے تو سب کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور بوکھلا کر گوشت کی بجائے اپنے اپنے ہاتھ زخمی کر لئے اور پکار اٹھیں کہ اللہ قسم ! یہ ہرگز بشر نہیں ہو سکتا اور نہ اتنی روشنی کسی انسانی چہرے کی ہو سکتی ہے ۔ ہاں ! یہ کوئی بہت ہی خوبصورت فرشتہ ہے کہ وہ لوگ اللہ اور فرشتوں کے وجود کے قائل تھے مگر اپنے انداز سے مانتے تھے ۔

عصمت کا تذکرہ

اب زلیخا بولی کہ اسی شخص کا طعنہ مجھے دے رہی ہو حالانکہ تم سے تو اس کی ایک جھلک بھی برداشت نہ ہو سکی ۔ تو سنو ! مَیں نے اسے دعوتِ گناہ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی مگر یہ صاف بچ گیا ۔ یہاں بھی قرآن حکیم نے فَاسْتَعْصَمَ فرمایا ، عصمتِ نبوت کے انداز بیان فرمائے کہ بالکل پاک صاف رہا ۔ خود زلیخا تک یہ نہیں کہتی کہ انھیں بھی خیال تو تھا مگر جرأت نہ کر سکے ۔ بلکہ وہ جو مدعی ہے وہ تو اپنے جُرم کا اقرار کرتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت بیان کرتی ہے ۔

زلیخا کا حال

حیرت ہے اُن پر جو آپ پر بھی ایسا خیال رکھنے کا گمان کرتے ہیں بلکہ زلیخا تو اپنی بات پر ہنوز قائم ہے اور اب تو سب عورتوں کے روبرو کہہ رہی ہے کہ اسے اب بھی میری بات ماننے بغیر چارہ نہ ہوگا بلکہ اگر مانے گا نہیں تو میں اسے تباہ کر دوں گی، اسے جیل میں سڑنا ہوگا اور ذلت و رسوائی سے عمر بسر کرنا پڑے گی۔ علماء نے زلیخا کے اسی کردار پر اعتراض فرمایا ہے کہ اسے اللہ کے نبی سے محبت نہ تھی وہ تو اپنے نفس کی غلام تھی۔ اگر خواہش پوری ہوتی نظر نہ آئے تو انھیں نقصان پہنچانے کے درپے ہے جو بعد میں وہ کر بھی گزری تو اس اخلاق کی مالک عورت اس قابل نہیں کہ وہ کسی بھی نبی کی زوجیت کا شرف پائے حضرت نوح علیہ السلام یا لُوط علیہ السلام کی بیویوں کے کفر کا تذکرہ ہے کہ کفر طاری ہونے والا گناہ ہے۔ عقیدے کا فساد ہے مگر عمل و کردار کا فساد نبی کے وجود سے ملحق نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا زلیخا کی شادی بھی یُوسف علیہ السّلام سے نہ ہو سکی اور یوں بھی جب آپ جیل سے رہا ہوئے تو وہ شادی کی عمر سے گزر چکی تھی۔

اِک زلیخا کیا کم فتنہ تھی کہ اب ساری کی ساری عورتیں جو اس مجلس میں تھیں فدا ہو گئیں اور لگیں آپؑ کو ورغلانے، خواہ زلیخا ہی کے بہانے سہی کہ اسی کی بات مان لو، اس نے آپ پر کتنے احسان کئے ہیں، کس ناز و نعمت سے پرورش کی ہے اور آپ سے کتنی محبت رکھتی ہے ورنہ مصر کی جیل شاید آپ نہ جانتے ہوں بڑی تکلیف دہ جگہ ہے کم ہی لوگ سلامت نکل پاتے ہیں۔ کم از کم اپنے اوپر ہی رحم کھاؤ انہیں بھی خیال تھا کہ جب کوئی برائی میں ملوث ہوتا ہے تو پھر زیادہ بھی کر سکتا ہے مگر عصمتِ نبوت کی عظمتوں کا اندازہ نہ تھا۔

جہالت

آپ نے التجا کی: اے میرے ربّ! اے میرے پالنے اور سنبھالنے والے پروردگار! تیری نافرمانی سے جیل بھی محبوب ہے۔ تیری نافرمانی مصر کی جیل سے زیادہ سخت کام ہے اور اگر تو میری حفاظت نہ فرمائے تو مَیں بھی آخر انسان ہوں اور یہ ملک بھر کی حسین عورتیں مجھے ورغلانے پہ تُل گئی ہیں، تیری حفاظت یعنی عصمتِ نبوت کے بغیر بھلا کوئی صورت بچ جانے کی ہے مجھے تو نظر نہیں آ رہی اور اگر ان کی طرف میلان بھی کرتا ہوں تو یہ بہت بڑی جہالت ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہاں ثابت ہے کہ مومن کا گناہ جہالت ہے۔ اور یوسف علیہ السلام کو جیل جانے کا شوق نہ تھا بلکہ اللہ کی نافرمانی کے مقابلے میں دُنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت کو ہیچ سمجھا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ میرے

بھائی یُوسف پہ رحم فرمائے انھوں نے جیل کیوں طلب فرمائی، اللہ سے عافیت طلب فرماتے۔ اور کما قال۔ لہٰذا اللہ سے کسی بھی بڑی مصیبت کے بدلے چھوٹی بھی طلب نہ کی جائے بلکہ عافیت طلب کی جانی چاہیئے، جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا، اللہ سے کس چیز کا سوال کروں؟ فرمایا، عافیت مانگیں۔ کچھ روز بعد پھر عرض کیا، اللہ سے کیا مانگوں؟ فرمایا، عافیت! ۔ اور ایک شخص صبر کی دُعا مانگ رہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اپنے لئے مصیبت لا رہے ہو، جس پر صبر کرو گے۔ اللہ سے عافیت طلب کرو۔

چنانچہ ربِّ جلیل نے انھیں ان عورتوں کے شر سے بالکل ہی دُور کر دیا اور ان کے ورغلانے سے پوری طرح محفوظ فرما دیا کہ عزیزِ مصر کو خیال گزرا، جو اگرچہ آپ کے مزاج کی پاکیزگی کا معترف بھی تھا۔ پھر بچے کے بولنے اور دلیل سے بھی تسلّی ہو گئی مگر بے قصور ہونے کے باوجود آپ کا سزا نہ پانا اس کی بیوی کو بدنام کر دے گا آخر جب باہر چرچا ہو گا تو لوگ کیا کہیں گے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ انھیں قید کر دیا جائے اور لوگ انھیں بھول جائیں اگر کوئی بات کرے تو یہ خیال کرے کہ ان سے غلطی ہوئی سزا پا رہے ہیں۔

رکوع نمبر ۵ — آیات ۳۶ تا ۴۲ — ومامن دآبۃ ۱۲ / ۱۵

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ
اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ
الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ
خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا
بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٦﴾

اور ان کے ساتھ دو اور جوان بھی داخل زنداں ہوئے ایک نے اُن میں سے کہا کہ (میں نے خواب دیکھا ہے) دیکھتا (کیا) ہوں کہ شراب (کے لیے) انگور نچوڑ رہا ہوں دوسرے نے کہا کہ (میں نے بھی خواب دیکھا ہے) میں یہ دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں اور جانور اُن میں سے کھا رہے ہیں (تو) ہمیں اُنکی تعبیر بتا دیجئے کہ ہم تمہیں نیکو کار دیکھتے ہیں ﴿٣٦﴾

36. And two young men went to prison with him. One of them said: I dreamed that I was pressing wine. The other said: I dreamed that I was carrying upon my head bread whereof the birds were eating. Announce unto us the interpretation, for we see thee of those good (at interpretation).

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا
نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ
ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّيْ
تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ
بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾

یوسف نے کہا کہ جو کھانا تم کو ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائیگا کہ میں اس سے پہلے تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ یہ اُن (باتوں) میں سے ہے جو میرے پروردگار نے مجھے سکھائی ہیں جو لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے اور روز آخرت کے انکار کرتے ہیں میں اُن کا مذہب چھوڑے ہوئے ہوں ﴿٣٧﴾

37. He said: The food which ye are given (daily) shall not come unto you but I shall tell you the interpretation ere it cometh unto you. This is of that which my Lord hath taught me. Lo! I have forsaken the religion of the folk who believe not in Allah and are disbelievers in the Hereafter.

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ

اور اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے مذہب پر چلتا ہوں۔ ہمیں شایاں نہیں ہے کہ کسی چیز کو خدا

38. And I have followed the religion of my fathers,

مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا
وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٨﴾
يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ
خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾
مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ
اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا
لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٠﴾
يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا
فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ
فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ
الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿٤١﴾
وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا
اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰىهُ
الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ
ع بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿٤٢﴾

کے ساتھ شریک بنائیں یہ خدا کا فضل ہے ہم پر بھی
اور لوگوں پر بھی ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر
نہیں کرتے (۳۸)
میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے
یا (ایک) خدائے یکتا و غالب؟ (۳۹)
جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی
نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں
خدا نے ان کی کوئی سند نازل نہیں کی (سن رکھو کہ) خدا
کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے اس نے ارشاد فرمایا ہے
کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی سیدھا دین ہے
لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۴۰)
میرے جیل خانے کے رفیقو تم میں سے ایک (جو پہلا خواب
بیان کرنے والا ہے وہ) تو اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔
اور جو دوسرا ہے وہ سولی دیا جائے گا اور جانور اس کا سر کھا
جائیں گے۔ جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے وہ فیصل ہو چکا ہے (۴۱)
اور دونوں شخصوں میں سے جس کی نسبت (یوسف نے) خیال
کیا کہ وہ رہائی پا جائے گا اس سے کہا کہ اپنے آقا سے میرا
ذکر بھی کرنا لیکن شیطان نے ان کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا
دیا اور (یوسف) کئی برس جیل خانے ہی میں رہے (۴۲)

Abraham and Isaac and Jacob. It never was for us to attribute aught as partner to Allah. This is of the bounty of Allah unto us (the seed of Abraham) and unto mankind; but most men give not thanks.

39. O my two fellow-prisoners! Are divers lords better, or Allah the One, the Almighty?

40. Those whom ye worship beside Him are but names which ye have named, ye and your fathers. Allah hath revealed no sanction for them. The decision rests with Allah only, Who hath commanded you that ye worship none save Him. This is the Right religion, but most men know not.

41. O my two fellow-prisoners! As for one of you, he will pour out wine for his lord to drink; and as for the other, he will be crucified so that the birds will eat from his head. Thus is the case judged concerning which ye did inquire.

42. And he said unto him of the twain who he knew would be released: Mention me in the presence of thy lord. But Satan caused him to forget to mention it to his lord, so he (Joseph) stayed in prison for some years.

اسرار و معارف

حضرت جب جیل میں پہنچے تو آپ کا شہرہ بھی پہنچا اور قید میں مصائب میں مبتلا، لوگوں کو بھی ذوقِ زیارت ہوا تو آپؑ ان میں اپنے کمالات بیان فرماتے اور انھیں اپنی طرف متوجہ فرماتے کہ انبیاؑ پر تو یہ فرض ہوتا ہے کہ اپنے کمالاتِ نبوت کا اظہار فرما کر لوگوں کو راہِ حق کی طرف دعوت دیں۔

اہل اللہ کا اظہارِ کمالات

اور ولی اللہ بھی اگر اظہار فرماتے ہیں تو ان کی غرض یہی ہوتی ہے۔ کہ صاحبِ حال سے اپنی شہرت کی طلب کی توقع رکھنا درست نہیں۔

صاحبِ مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مثال دی ہے کہ آپ اظہار فرماتے تھے تو اللہ کی بے شمار مخلوق نے استفادہ کیا جبکہ ان کے خلاف باتیں کرنے والے محض جہالت میں مبتلا رہے اور آج حضرت استاذنا المکرم رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی بدولت روئے زمین کے تقریباً ہر ملک میں سوائے چند ایک ملکوں کے اللہ کی مخلوق کو کلب گھروں، جوا خانوں، شراب خانوں اور خرافات سے نکال کر مساجد کی لذّتوں سے آشنا کر رہی ہے اور یہ کہنا کہ تصوّف کا چھپانا ضروری ہے۔ صرف اس لحاظ سے ہے کہ ایسی باتیں جو دوسروں کی عقل سے بالا ہوں اور انھیں اس سے کسی فائدے کی اُمید نہ ہو بیان نہ کی جائیں۔ نہ یہ کہ برکات کا اظہار ہی نہ کیا جائے کہ اگر یہ دین ہے تو دین کا اظہار بھی ضروری ہے اور اگر خدانخواستہ دین نہ ہو تو پھر اپنانے کی کیا غرض۔

اہل اللہ کا مذاق اُڑانا دین کے ساتھ دنیا کی تباہی کا باعث بھی ہے

چنانچہ انہی دنوں دو جوان بھی جیل میں آئے۔ مفسرین کے مطابق ایک شاہی باورچی تھا اور دوسرا ساقی، بادشاہ کو ان پر شبہ گزرا کہ انھوں نے کھانے میں زہر ملانے کی کوشش کی ہے چنانچہ دونوں کو جیل بھیج کر تحقیق شروع کرا دی۔ انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا شہرہ سُنا تو انھیں مذاق کی سُوجھی اور خواب گھڑ کے تعبیر پوچھنا چاہی چنانچہ حاضرِ خدمت ہو کر گویا ہوئے ساقی نے عرض کیا۔ مَیں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں انگور کے چند خوشے ہیں اور شاہی پیالہ بھی ہے جو مَیں نے نچوڑ کر بھر دیا اور بادشاہ کو پیش کیا۔ دوسرے نے جو باورچی تھا یہ کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر کھانوں کا بھرا ہوا ٹوکرا ہے اور مختلف پرندے، چیل، کوّے اس میں سے جھپٹ جھپٹ کر کھا رہے ہیں۔ آپ کی ہم نے بہت تعریف سُنی ہے کہ آپ بہت نیک پرہیزگار ہمدرد اور غریبوں کا خیال رکھنے والے بھی ہیں اور آپ کو تعبیرات کا علم بھی آتا ہے تو ازراہِ کرم ہمارے خوابوں کی بھی تعبیر تو دیجئے۔

انھوں نے فرمایا، اللہ نے مجھے بہت وسیع نگاہ دی ہے اور علوم کا بیش بہا خزانہ بخشا ہے اگر تم آزمانا چاہو تو تمھارے روزمرہ کے کھانے کی تفصیل اس کے پہنچنے کا وقت اور کھانے کے بعد اس کا اثر کیا ہوگا؟

یہ سب تمہیں کھانا ملنے سے پہلے بتا سکتا ہوں ۔ یہ آپ نے ایسے طور ہی فرمایا جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد قرآن میں ہے کہ مجھے علم ہے تم نے کیا کھایا اور گھر پہ کیا چھوڑا ہے اور فرمایا کہ میرے علوم کی بنیاد یہ ہے کہ یہ سب خزانے مجھے میرے پروردگار نے عطا فرماتے ہیں، ان میں اللہ کریم کی عطا کے علاوہ کسی کا دخل نہیں اور اللہ نے یہ شرف میرے ایمان کی بدولت بخشا ہے کہ میں نے کفر کا ارتکاب کرنے والوں کی راہ سے کُلی اجتناب کیا ہے ۔

ایمان کی شرط کُفر سے بیزاری بھی ہے

یعنی ایمان کفر سے بیزاری کا نام ہے ۔ نہ صرف یہ کہ اللہ کو بھی مانے اور کفر کو بھی درُست خیال کرے جیسا کہ آجکل سب کو صحیح کہنے والوں کو روشن خیال کہا جاتا ہے ۔ یہ روشن خیالی درست نہیں ، یہ تو خیال کی تاریکی ہے کہ باطل کو بھی حق شمار کرے ہاں ؛ حق کو حق اور باطل کو باطل کہنا روشن خیالی ہے ۔

نیز اپنا ذاتی شرف بھی بیان فرمایا کہ میں نسباً بھی خاندانِ نبوّت کا فرد ہوں اور عقیدۃً بھی اپنے آبا و اجداد حضرت یعقوب، حضرت اسحٰق اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کا پیروکار ہوں ۔

نسب بھی تب باعثِ شرف ہوتا ہے جب عقیدہ دُرست ہو ورنہ نہیں

تو گویا عالی نسب ہونا بہت بڑی بات ہے اور اس نعمت پہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے لیکن یہ تب معتبر ہو گا جب عقیدہ بھی دُرست ہو ورنہ اس کی کوئی حقیقت نہ رہے گی ۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاؑ اچھے نامور خاندانوں سے مبعوث ہوتے ہیں کہ لوگوں کو اتباع میں عار محسوس نہ ہو ۔ ایسے ہی اولیاء اللہ میں مناصب اعلیٰ خاندانوں کے لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں ۔

اور فرمایا، ہمارے ایسے عالی خاندان اور نورِ نبوت سے منوّر سینہ رکھنے والوں کو تو یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ کسی کو اللہ کا شریک گمان کریں ۔ اور یہ صاف سُتھرا عقیدہ معمولی بات نہیں ، یہ تو اللہ کی بہت بڑی عطا ہے جو ہم سب پر بھی یقیناً ہے لیکن ساری انسانیت کے لئے بھی اس کا دروازہ کھُلا ہے ۔

دعوت

اور ہم اسی کی طرف تو سب کو دعوت دیتے ہیں تو اس طرح سب لوگوں پر یہ اللہ کریم کا احسان ہے لیکن اکثر لوگ ناشکر گزار ہیں کہ اس سے فائدہ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کرنے سے محروم ہیں یعنی ہر حال اور ہر جگہ اور ہر کام میں دین کی دعوت اصل بات ہے جسے کسی نہ کسی انداز میں کرتے رہنا چاہیئے بلکہ جلسہ وغیرہ کی نسبت نجی ملاقاتوں کی دعوت اور ان ملاقاتوں میں جو مختلف کاموں کے سلسلہ میں مختلف لوگوں سے ہوں دی جانے والی سب سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

اب تم ہی کہو بھلا در در کی غلامی اچھی یا ایک ہی ایسے دربار میں سوال کرنا بہتر جو اکیلا ہے اور اس کی کوئی مثال نہیں اور ہر چیز پہ قادر و مختار ہے، ہر شے اس کے قبضۂ قدرت میں ہے جبکہ جن بے شمار دروازوں پہ تم لوگ جبہ سائی کرتے ہو اور جن مختلف ہستیوں کو پُوجتے ہو۔ ان کا خارج میں تو کوئی وجود ہی نہیں اگر وجود ہوتا بھی تو سب مخلوق ہی تو تھے، پوجنے کے لائق تو نہ تھے مگر تم تو اس حد سے بھی گزر گئے، اور محض مفروضہ ناموں کی پرستش شروع کر دی جن کے بارے اللہ نے تو کوئی خبر نہیں دی۔ بس تمہارے آباؤ اجداد نے گھڑ لیے ہیں تو پتہ چلا کہ آباؤ اجداد اگر اللہ کی بات ماننے والے ہوں تو ان کی پیروی قابلِ فخر ہے کہ وہ اللہ ہی کی پیروی ہے لیکن اگر اللہ سے ناآشنا ہوں تو محض آباؤ اجداد کی بات ہونا کوئی سند نہیں۔

اور حکم تو اللہ ہی کا جاری و ساری ہے اور اسی کے ارشاد کے مطابق عمل ہی نیک عمل بھی ہے اور اس نے ہر ہر نبی کی زبان سے یہ فیصلہ صادر فرما دیا ہے کہ عبادت صرف اُسی کی کی جائے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے یہی دینِ حق ہے اور یہی سیدھی راہ بھی ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت اس سے بے خبر ہے آؤ! اب تمہارے خواب کی بات کریں تو اس کی تعبیر جو اللہ نے میرے دل میں ڈالی ہے وہ تو یہ ہے کہ تم میں سے ایک تو پھر سے شاہی ساقی بنے گا اور دوسرا سُولی دیا جائے گا۔ تاآنکہ چیل کوّے اس کا دماغ نوچ نوچ کر کھائیں گے۔

بات بتانے کا انداز خوبصورت ہونا چاہیئے

اگر دونوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا اور دونوں کے خیال سے ظاہر تھا مگر کسی کو بھی پریشان کرنا مناسب نہ جانتے ہوئے آپ نے فرمایا، تم میں سے ایک اپنے عہدے پر بحال ہوگا جبکہ دوسرے کو

سزا ملے گی۔ گویا بات ہمیشہ سلیقہ سے کی جانا چاہیئے۔ جب یہ تعبیر سُنی تو دونوں چیخ اُٹھے کہ ہم نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا یہ تو محض آپ کو آزمانے کے لئے بات گھڑلی تھی۔ آپ نے فرمایا، اگر دیکھا ہوتا تو بھی محض خواب تھا اور گھڑلیا تو بھی بات تمہاری تھی مگر جو میں نے بتایا ہے یہ علمِ الٰہی کی بدولت ہے اور میں نے تمھیں وہ فیصلہ بتا دیا ہے جو تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے تم نے جو پوچھنا چاہا، اللہ کریم نے مجھے اس سے آگاہ فرما دیا اور میں نے تمھیں اس کی خبر کردی، اب ایسا ہی ہو کر رہے گا تم چاہو یا نہ چاہو۔

اسباب اختیار کرنا جائز ہے

نیز جس کے بارے گمان تھا کہ یہ رہائی پائے گا اسے فرمایا کہ جب بادشاہ کی خدمت میں پہنچو تو میری بات بھی کرنا کہ ایک ایسا انسان جو اللہ کا بندہ ہے اور جس نے کوئی قصور نہیں کیا، جیل میں بند ہے کہ اس طرح ممکن ہے جیل سے رہائی کی صُورت پیدا ہو۔ گویا اسباب اختیار کرنا منع نہیں نہ صرف جائز ہے بلکہ اختیار کرنا چاہئیں۔

ابلیس اہل اللہ کو پریشان کرنے کے حیلے کرتا ہے

مگر شیطان نے اسے وہ بات ہی بھلا دی کہ وہ اپنے بادشاہ کے سامنے ذکر ہی نہ کرسکا تو یہ بات ثابت ہوتی کہ ابلیس نہ صرف گمراہ کرتا ہے بلکہ اللہ کی راہ میں کام کرنے والوں کو پریشان کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے اور اس کے لئے ان لوگوں کو جن کے قلوب میں اس کی رسائی ہو استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ اس کوشش کے باوجود بھی یوسف علیہ السلام کو کئی برس مزید جیل میں رہنا پڑا کہ ان کی جیل سے رہائی تو وقتِ مقررہ پر ہی ہونا تھی اور وہ بات اللہ کریم ہی بہتر جانتے ہیں کہ کب کونسا کام ہو گا۔ نیز اللہ کریم نے نہ صرف ان کی رہائی بلکہ الزام سے برأت اور ایوانِ سلطنت تک رسائی کا اہتمام فرما رکھا تھا جو سب کچھ اپنے وقت پر ہوا۔

رکوع نمبر ۶ — آیات ۴۳ تا ۴۹ — وما من دابۃ ۱۲ / ۱۶

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّىٓ أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَٰتٍ
سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ
سُنۢبُلَٰتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَٰتٍ ۖ يَٰٓأَيُّهَا
الْمَلَأُ أَفْتُونِى فِى رُءْيَٰىَ إِن كُنتُمْ لِلرُّءْيَا
تَعْبُرُونَ ﴿۴۳﴾
قَالُوٓا۟ أَضْغَٰثُ أَحْلَٰمٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ

اور بادشاہ نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور دیکھتا رکیا ہوں کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات خوشے سبز ہیں اور (سات) خشک اے سردارو اگر تم خوابوں کی تعبیر دے سکتے ہو تو مجھے میرے خواب کی تعبیر بتاؤ ﴿۴۳﴾
انہوں نے کہا یہ تو پریشان سے خواب ہیں اور ہمیں ایسے

43. And the king said: Lo! I saw in a dream seven fat kine which seven lean were eating, and seven green ears of corn and other (seven) dry. O notables! Expound for me my vision, if ye can interpret dreams.

44. They answered: Jumbled dreams! And we are not knowing in the interpretation of dreams.

45. And he of the two who

الْأَحْلَامِ بِعٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾
وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ
أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٥﴾
يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ
بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ
وَسَبْعِ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يٰبِسٰتٍ
لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾
قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا ج
فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ
إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾
ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ
يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا
مِمَّا تُحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾
ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيهِ
يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾ ع

خوابوں کی تعبیر نہیں آتی ﴿٤٤﴾
اب وہ شخص جو دونوں قیدیوں میں سے رہائی پا گیا تھا اور جسے مدت کے بعد وہ
بات یاد آگئی بول اٹھا کہ میں آپ کو اس کی تعبیر (لا) بتاتا ہوں مجھے (جیل خانے) جانے کی اجازت دیجیے ﴿٤٥﴾
(غرض وہ یوسف کے پاس آیا اور کہنے لگا) یوسف! اے بڑے سچے
(یوسف) ہمیں اس خواب کی تعبیر بتایئے کہ سات موٹی گایوں کو سات دبلی
گائیں کھا رہی ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور سات سوکھے تاکہ میں لوگوں کے پاس
واپس جا کر تعبیر بتاؤں عجب نہیں کہ وہ (تمہاری قدر) جانیں ﴿٤٦﴾
انہوں نے کہا کہ تم لوگ سات سال متواتر کھیتی کرتے رہو گے
تو جو (غلہ) کاٹو تو تھوڑے سے غلے کے سوا جو کھانے میں آئے
اسے خوشوں میں ہی رہنے دینا ﴿٤٧﴾
پھر اس کے بعد (خشک سالی کے) سات سخت (سال) آئیں گے
کہ جو (غلہ) تم نے جمع کر رکھا ہوگا وہ اس سب کو کھا جائیں گے۔
صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو گے ﴿٤٨﴾
پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ خوب مینہ برسے گا
اور لوگ اس میں رس نچوڑیں گے ﴿٤٩﴾

was released, and (now) at length remembered, said: I am going to announce unto you the interpretation, therefore send me forth.

46. (And when he came to Joseph in the prison, he exclaimed): Joseph! O thou truthful one! Expound for us the seven fat kine which seven lean were eating and the seven green ears of corn and other (seven) dry, that I may return unto the people, so that they may know.

47. He said: Ye shall sow seven years as usual, but that which ye reap, leave it in the ear, all save a little which ye eat.

48. Then after that will come seven hard years which will devour all that ye have prepared for them, save a little of that which ye have stored.

49. Then, after that, will come a year when the people will have plenteous crops and when they will press (wine and oil).

اسرار و معارف

اللہ کریم کا اپنا نظام ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کوشش فرمائی تو ساقی کو شیطان نے بات ہی بھلا دی مگر جب رہائی کا وقت آیا تو اللہ کریم کی طرف سے غیبی سامان ہونے لگا کہ شاہِ مصر نے ایک عجیب خواب دیکھا اور صبح دم بہت گھبرایا ہوا اُٹھا۔ درباری علماء، یا نجومی و کاہن جمع کیے اور کہنے لگا کہ میں نے خواب میں سات موٹے بیل دیکھے جنہیں دوسرے سات کمزور اور دُبلے پتلے بیل کھا رہے تھے اور سات سرسبز بالیں دیکھی ہیں جن کے ساتھ دوسری سات خشک تھیں۔ اس کی تعبیر بتائی جائے۔ وہ سب بھی حیران ہو گئے، بات کسی کے پلّے نہ پڑی اور کہہ دیا کہ حضور! یہ محض پریشان خیالی ہے، آپ اسے بھول جائیے۔ یہ ایسی بات نہیں جس کی کوئی بھی تعبیر ہو محض خیالات کی آمیزش ہے۔ مگر بات بادشاہ کے دل سے اُتر نہ رہی تھی۔ اسی مجلس میں وہ شاہی ساقی بھی تھا جسے ایک مُدت بعد فوراً یاد آیا کہ مَیں نے جن سے تعبیر لی تھی یعنی حضرت یوسف علیہ السلام وہ کس قدر سچے اور معاملہ فہم تھے اور جیسا کہ انھوں نے فرمایا تھا ویسا ہی بعد میں ظہور پذیر ہوا۔ فوراً پکار اٹھا، حضور! مجھے اجازت

دیجئے، جیل میں ایک جوان رعنا ہے جو بلاقصور قید میں پڑا ہے بہت ہی حسین صورت اور بہت ہی خوبصورت سیرت کا مالک ہے، بات کا کھرا اور علم کا خزانہ ہے آپ کے خواب کی تعبیر میں ان سے پوچھ کے آتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اہتمام کر دیا اور وہی آدمی ایک مدت کے بعد پھر آپ کے سامنے تھا۔ کہنے لگا: اے صدقِ مجسّمؑ! مجھ سے قصور ہوا، آپ کی بات یاد نہ رکھ سکا لیکن آپ کا ارشاد لفظ بلفظ سچ تھا۔ اب پھر تعبیر کی ضرورت پیش آگئی ہے کہ بادشاہ نے خواب دیکھا ہے اور وہ تعبیر جاننے کا خواہشمند ہے مگر کسی کو اس کی سمجھ ہی نہیں آ رہی مفسرین کے مطابق خواب میں بعض اوقات حالات و واقعات کی مثالی صورتیں نظر آتی ہیں جیسے میدانِ حشر میں ہر کردار کی ایک صورت ہو گی۔ ویسے ہی عالم مثال میں ایک صورت مثالی ہوتی ہے۔

تعبیر میں ذات کے اعتبار سے فرق

اور تعبیر دینے کے لئے اس کا جاننا بھی شرط ہے۔ پھر افراد اور ذوات کے اعتبار سے بھی تعبیر میں فرق کا آجانا بڑی بات نہیں جیسے علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ جو فنِ تعبیر کے امام تھے انے ایک آدمی کو اس کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ تم بہت شہرت پاؤ گے اور تمہیں عہدہ بھی ملے گا، اس کا خواب یہ تھا کہ وہ خواب میں اذان کہہ رہا ہے کسی دوسرے آدمی نے یہی خواب بیان کیا تو فرمایا، تمھاری رسوائی کا وقت آپہنچا، بدنامی بھی ہو گی اور سزا بھی پاؤ گے تو اہلِ مجلس میں سے کسی نے الگ سے پوچھا کہ حضرت! پہلے شخص کا خواب یہی تھا آپ نے دوسری تعبیر دی اور اسے کچھ اور طرح کی بات بتائی ہے۔ فرمانے لگے، یہ فرق ان کی ذوات کے باعث ہے ورنہ اذان کی تعبیر تو یہ ہے کہ جو کچھ اس کے اندر ہے وہ ظاہر ہو گا تو پہلا صاحبِ علم اور صاحبِ کردار ہے جب اس کے کمالات ظاہر ہوں گے تو یقیناً عہدہ بھی پائے گا اور ناموری بھی۔ یہ دُوسرا ڈاکو ہے جب اس کا بھید کھلے گا تو انجام ظاہر ہے۔ تعبیر تو صرف یہ ہے کہ اس کا بھید ظاہر ہو گا، نتائج اس کے اپنے کردار کے مطابق ہوں گے۔ لہٰذا عام آدمی کا خواب اور بادشاہ کا خواب خواہ ایک سا بھی ہو تعبیر تو اپنی اپنی ہو گی۔

اہلِ فضل کا کام ہے کہ لوگوں کو انکی بھلائی کی تجویز بھی دیں

چنانچہ خواب سُن کر آپؑ نے نہ صرف تعبیر دی بلکہ ایک بہت خوبصورت تجویز بھی ارشاد فرمائی کہ سات فربہ بیلوں سے مراد سات ایسے سال ہیں جن میں خوب غلّہ آئے گا

اور یہی سات سر سبز بالیں بھی ظاہر کرتی ہیں کہ بیل اور غلّہ کا تعلّق ظاہر ہے پھر سات دُبلے پتلے بیل قحط کے سات سالوں کی دلیل ہیں اور یہی خشک خوشوں سے مراد ہے اُن کا اِن موٹے بیلوں کا کھانا ظاہر کرتا ہے کہ جس قدر غلّہ وغیرہ ان پہلے سالوں میں ہوگا وہ ان قحط کے برسوں میں کھایا جائے گا۔

چنانچہ آپ نے ایک عجیب نکتہ ارشاد فرمایا کہ بادشاہ سے کہو پہلے سات برسوں میں خوب محنت کروائے اور غلّے کا ذخیرہ کرے مگر یوں تو غلّے کو کیڑہ لگ جائے گا ہاں ! غلّہ خوشوں ہی میں جمع کرو اور ضرورت کے مطابق صاف کرلیا کرو تو اس طرح خراب ہونے سے بچ جائے گا۔ قحط اس قدر شدید ہوگا کہ سب کچھ ختم ہونے لگے گا، مگر یاد رکھو! تمھیں کچھ نہ کچھ بیج وغیرہ ضرور بچا کر رکھنا ہے کہ قحط سالی کے بعد پھر سے بہت بارش برسے گی اور کھیتیاں غلّہ اُگلنے کے قابل ہوں گی اور بہت پھل ہوں گے کہ لوگ پھل کھانے کی بجائے ان کا رس نچوڑ کر استعمال کریں گے مفسّرین کے مطابق یہ آخری باتیں آپ کے علومِ نبوّت کا خاصہ تھیں کہ انتظامی اُمور کے لئے بہترین تجویز بھی دی، غلّے کی حفاظت کا نکتہ بھی بتایا اور ایک بہترین سال کی آمد کی پیشگوئی بھی فرمائی۔ جسے سُن کر بادشاہ بہت متاثر ہُوا اور بات اس کی سمجھ میں بھی آنے لگی کہ کس قدر درست تعبیر ہے اور کتنا قیمتی اور صاحبِ علم انسان ہے کہ سلطنت کے سارے فاضل مل کر جو بات نہ سمجھ سکے، اُس نے فوراً بیان کردی۔

رکوع نمبر ۷ — آیات ۵۰ تا ۵۷ — وما ابرّئ ۱۳/۱

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾
قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾
ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ

(یہ تعبیر سُن کر) بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آو۔ جب قاصد اُن کے پاس گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ بیشک میرا پروردگار ان کے مکروں سے خوب واقف ہے ﴿۵۰﴾
(بادشاہ نے عورتوں سے) پوچھا کہ بھلا اُس وقت کیا ہُوا تھا جب تم نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا؟ (سب) بول اٹھیں کہ حاشاللہ ہم نے اس میں کوئی بُرائی معلوم نہیں کی۔ عزیز کی عورت نے کہا اب سچی بات تو ظاہر ہو ہی گئی ہے (اصل یہ ہے کہ) میں نے اسکو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا اور وہ بیشک سچا ہے ﴿۵۱﴾
(یوسف نے کہا کہ میں نے) یہ بات اس لئے (پوچھی ہے) کہ عزیز

50. And the king said: Bring him unto me. And when the messenger came unto him, he (Joseph) said: Return unto thy lord and ask him what was the case of the women who cut their hands. Lo! my Lord knoweth their guile.

51. He (the king) (then sent for those women and) said: What happened when ye asked an evil act of Joseph? They answered: Allah Blameless! We know no evil of him. Said the wife of the ruler: Now the truth is out. I asked of him an evil act, and he is surely of the truthful.

52. (Then Joseph said: I asked for) this, that he (my lord) may know that I betrayed

الجزء الثالث عشر

وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

کو یقین ہو جائے کہ میں نے اسکی پیٹھ پیچھے اسکی (امانت میں) خیانت نہیں کی اور خدا خیانت کرنیوالوں کے مکروں کو روبراہ نہیں کرتا ﴿۵۲﴾

him not in secret, and that surely Allah guideth not the snare of the betrayers.

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾

اور میں اپنے تئیں پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس (امّارہ) انسان کو بُرائی ہی سکھاتا رہتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔ بیشک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے ﴿۵۳﴾

53. I do not exculpate myself. Lo! the (human) soul enjoineth unto evil, save that whereon my Lord hath mercy. Lo! my Lord is Forgiving, Merciful.

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لاؤ میں اُسے اپنا مصاحب خاص بناؤں گا۔ پھر جب اُن سے گفتگو کی تو کہا کہ آج سے تم ہمارے ہاں صاحب منزلت اور صاحب اعتبار ہو ﴿۵۴﴾

54. And the king said: Bring him unto me that I may attach him to my person. And when he had talked with him he said: Lo! thou art today in our presence established and trusted.

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾

(یوسف نے) کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف بھی ہوں ﴿۵۵﴾

55. He said: Set me over the storehouses of the land. Lo! I am a skilled custodian.

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾

اس طرح ہم نے یوسف کو ملک (مصر) میں جگہ دی۔ اور وہ اس ملک میں جہاں چاہتے تھے رہتے تھے ہم اپنی رحمت جس پر چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے ﴿۵۶﴾

56. Thus gave We power to Joseph in the land. He was the owner of it, to go where he pleased. We reach with Our mercy whom We will. We lose not the reward of the good.

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع

اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے اُن کیلئے آخرت کا اجر بہت بہتر ہے ﴿۵۷﴾

57. And the reward of the Hereafter is better for those who believe and ward off (evil).

اسرار و معارف

بہتان و الزام سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیئے

چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس آدمی کو ہمارے رُوبرو لایا جائے کہ ہم خود اس سے تعبیر سُننا چاہتے ہیں۔ شاہی ہرکارہ حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا حکم لے کر حاضر ہوا اور بادشاہ کے طلب فرمانے کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ بادشاہ سے کہو، پہلے میرے معاملہ کی تحقیق کرے اور درباری امراء کی ان خواتین سے استفسار کیا جائے جنہوں نے ہاتھ کاٹ لئے تھے کہ وہ سارے معاملہ سے بخوبی واقف ہیں۔ جو کچھ ہوا تھا زلیخا نے بھی ان کے سامنے اقرار کرلیا تھا اور جو کچھ انھوں نے سوچا تھا یا سفارش کی تھی یا مجھے دیکھنے اور پانے کا حیلہ کیا تھا میرا پروردگار بھی اس سارے معاملہ سے خوب واقف ہے تو یہاں علماء نے لکھا ہے کہ اہلِ علم کو خصوصًا ایسے مواقع سے بچنا چاہیئے۔ جہاں تہمت لگنے کا اندیشہ ہو اور اگر ایسا ہو جائے تو اس کے ازالے کے لئے کوشش

کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ دربارِ شاہی میں زلیخا سمیت سب کو طلب کرلیا گیا اور بادشاہ نے خود تفتیش کی کہ اب وہ ذاتی طور پر یوسف علیہ السلام کا معترف ہو چکا تھا چنانچہ ان سب کو واقعہ کی اصل بتانے کو کہا تو سب نے بیک زبان کہا، حاشا لِلّٰہ ۔یعنی وہ لوگ اللہ کے وجود کو مانتے تھے مگر اپنے خاص انداز میں ماننے کے باعث اسلام اور ایمان سے دُور تھے ۔ تو کہنے لگیں ہمارے علم کے مطابق تو وہ شخص فرشتہ ہے اور اس میں کسی قصور کا پایا جانا تو کبھی ایسا ممکن نہیں ہم ایسی کوئی بات نہیں جانتیں، تو معاملہ صاف ہوتا دیکھ کر عزیزِ مصر کی بیوی یعنی زلیخا پکار اٹھی کہ اب تو بات صاف ہوگئی اور جب سرِ دربار پہنچی تو اب اس میں پردہ کیا ۔ نیز وہ دَور گیا ، وہ بات گئی اب بڑھاپے نے کمر توڑ دی ہے کہ بعض روایات کے تقریباً تئیس ۲۳ برس جیل میں رہے اور گھر سے نکلنے اور سریر آرائے سلطنت ہونے اور پھر گھر والوں سے مِلنے میں چالیس برس لگے تو زلیخا تو جوان اور شادی شدہ تھی جب آپ سات برس کے بچے بازار میں بِک رہے تھے اب مزید چالیس برسوں کا اضافہ تو بڑھاپے میں لے گیا اور اس کا شوہر فوت بھی ہو چکا تھا ۔ وہ عُہدہ بھی رخصت ہو چکا تھا ۔

زلیخا کی دُوسری بار شہادت

چنانچہ اس نے کہا: اب کیا پردہ ! اصل بات یہی تھی کہ مَیں نے یوسفؑ کو ورغلانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ تو بہت ہی کھرے آدمی تھے ان میں تو ایسی کوئی خرابی پائی ہی نہیں جاسکتی اور یہ زلیخا کی دوسری شہادت ہے پہلی بار اس نے زنانِ مصر کے سامنے اقرار کرتے ہوئے حضرت یُوسف علیہ السلام کو معصوم قرار دیا اور اب سرِ دربار ان کا صادقین میں ہونا بیان کر دیا اور ساتھ مزید کہا کہ یہ تو میں اس لیئے کہہ رہی ہوں کہ ہزار غلطیوں کے باوجود یوسفؑ کو یہ تو خبر رہے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس سے خیانت نہیں کی اور اس کی ذات پر کوئی بہتان نہیں لگایا اور یہ مَیں اس وجہ سے بھی کہہ رہی ہوں کہ پہلے اس کے رُوبرو اپنے خاوند کے سامنے میں نے یوسفؑ پہ الزام لگا کر تجربہ کرلیا اور مجھے یقین ہے کہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کا پردہ چاک کر دیتا ہے ۔

یہ اقوال زلیخا کے ہیں یا یہ ارشادات یوسف علیہ السلام کے

اور میں اپنے نفس کی برأت بیان نہ کروں گی کہ نفسِ انسانی تو ہمیشہ برائی

کی طرف لے کر جاتا ہے سوائے اس کے کہ میرا پروردگار رحم فرمائے اور ہدایت نصیب ہو کہ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۔ میرا پروردگار بہت بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے، آیت نمبر ۵۲ اور ۵۳ جو ابھی بیان ہو رہی ہیں ۔ اکثر مفسرین کرام نے انھیں یُوسف علیہ السلام کا قول لکھا ہے لیکن جہاں تک اللہ کریم نے مجھے سمجھ بخشی ہے میرے نزدیک یہ قولِ زلیخا ہے اگرچہ اکثر مفسرین کرام نے اللہ ان سب پر رحم فرمائے، اس کے خلاف لکھ کر ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ زلیخا کا قول بھی ہو سکتا ہے ۔ مگر قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو تفسیر صرف سورہ یُوسف کی لکھی ہے اس میں انھوں نے بھی پوری قوت سے یہ لکھا ہے کہ یہ زلیخا کے اقوال ہیں ۔ کسی ایک بزرگ نے یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب فرما دیا تو اکثر حضرات نقل فرماتے چلے گئے ۔ یہاں کوئی روایت ایسی نہیں ملتی کہ جسے بنیاد بنا کر یہ کہا جائے کہ یہ یوسف علیہ السلام کے ارشادات ہیں نہ ہی مضمونِ کتاب میں کوئی قرینۂ صارفہ ہے جو کلام کو یوسف علیہ السّلام کی طرف پھیر دے ۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ بادشاہ نے طلب کیا مگر آپ تشریف نہ لائے اور تحقیقات کرنے کو فرمایا اس نے زلیخا سمیت ان عورتوں کو بُلایا ۔ یُوسف علیہ السّلام جیل میں ہیں، بات دربار میں ہو رہی ہے ۔ جب بات ختم ہو چکی تو ارشاد ہوتا ہے، قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ کہ یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لایا جاتے تو یہ درمیان میں ان کا کلام کیسے ہو سکتا ہے ۔

لطائف کا تذکرہ

تیسری دلیل یہ ہے کہ صاحبِ تفسیر مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے نفس کی تعریف میں لکھا ہے کہ نفسِ حیوانی عناصرِ اربعہ سے مل کر بنا ہے لیکن یہ قلب، روح وغیرہ لطائف عالمِ امر سے مرکب ہے اور ان لطائف کا مرکز عرش سے اُوپر ہے یعنی عالمِ امر میں ہے ۔ اب نفس کی تین حالتیں ہیں، جو کتاب اللہ میں مذکور ہیں، نفسِ امّارہ، نفسِ لوامہ اور نفسِ مطمئنہ ۔ تفسیرِ مظہری نے نفسِ امّارہ کے بارے لکھا ہے کہ یہ امّارہ اِس وجہ سے بنتا ہے کہ اس پر نفسِ حیوانی کا غلبہ ہو تو غضب اور کبر وغیرہ آگ سے رذالت و دنائیت مٹی سے تلون اور بے صبری پانی سے لہو و لعب اور حرص وہوا کی تحریک ہوا سے لیتا ہے ۔ مگر نورِ ایمان لطائفِ قلب و رُوح میں جان پیدا کرے تو مومن کا نفس، لوامہ بن جاتا ہے یعنی گناہ پر ملامت کرنے والا کہ گناہ کو گناہ ہی نہ جاننا تو کفر ہے ۔ ہاں ! نفسِ لوامہ کے درجے بے شمار ہیں اور ہر انسان کا اپنا مقام ہے پھر مجاہدے، ریاضت اور عبادت سے ترقی کر کے یہی نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے ۔ اس کے بھی ہر ایک کے اپنے مدارج ہیں اور سب سے اعلیٰ درجہ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہوتا ہے لہٰذا اللہ کے نبی کی طرف یہ قول منسوب کرنا درست نہیں کہ ان کا ارشاد ہو میرا نفس بھی امارہ ہے معاذ اللہ۔ ہر مومن کا نفس بھی کسی نہ کسی درجہ میں لوامہ ہوتا ہے۔ ہاں! نفس کی پاکیزگی کے لئے نورِ ایمان اور برکاتِ نبوت کا حصول ضروری ہے یہ برکات ہی مشائخ کی صحبت میں نصیب ہوتی ہیں۔ تو انسان کی اصلاح کا سامان ہوتا ہے۔

جب یہ سب بات ہو چکی تو بادشاہ نے کہا کہ یہ آدمی تو میرا مشیرِ خاص ہونا چاہیئے جو اس قدر پاکباز ہے کہ یہ خواتین اس کے تقدس کی قسم کھاتی ہیں، اتنا حسین کہ انھوں نے ہاتھ کاٹ لئے۔ اس قدر صاحبِ علم اور فہم و ذکاء کہ سلطنت کے سب نجوم سے واقفیت رکھنے والے یا دوسرے علوم کے ماہرین عاجز آ گئے مگر اس نے تعبیر پا لی اور اتنا صاحبِ عقل و خرد کہ اس مشکل کا بہترین حل بھی تجویز فرما دیا۔ ذرا اُسے لاؤ تو اس دُرِ بے بہا سے ہم بھی آنکھیں روشن کریں اور جب آپ تشریف لائے، بادشاہ کو آپ سے شرفِ ہمکلامی نصیب ہُوا تو وہ ان پر فریفتہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ کا مرتبہ میرے ہاں بہت بلند ہُوا اور مجھے آپ پر اعتمادِ کلّی نصیب ہُوا۔ مفسرین کے مطابق آپ نے بہت سی وہ تفصیلات بھی بیان فرما دیں جو بادشاہ کو یاد نہ رہی تھیں یا اس نے بیان نہ کی تھیں۔ یہ سب کچھ وحیِ الٰہی سے آپ نے بیان فرمایا تو یہاں مفسرین نے یہ حکایت لکھی ہے کہ بادشاہ نے زلیخا سے آپ کا نکاح کر دیا اور آپ کو اس سے بے حد محبت ہو گئی بلکہ آپ نے شکایت کی کہ تم میرے ساتھ وہ پہلی محبت ظاہر نہیں کرتی ہو تو کہنے لگی کہ مجھے آپ کی وساطت سے اللہ کی محبت مل گئی جس نے سب کچھ جلا دیا ہے۔ مگر یہ سب قصّہ کہانی ہے۔ اوّل یہ کہ آپ سات برس کی عمر میں گھر سے نکلے زلیخا اس وقت شادی شدہ خاتون تھی۔ آپ اس کے ہاں جوان ہوئے پھر جیل گئے اور لگ بھگ تیئیس برس وہاں گزارے تو کیا زلیخا جو اس طرح ستّر اور اسّی برس کے درمیان عمر کو پہنچتی ہے شادی کے قابل رہ جاتی ہے۔ رہی یہ بات کہ آپ کی دُعا سے پھر سے جوان ہو گئی اس پر کوئی روایت مستند نظر نہیں آتی، محض قصّہ کہانی ہے جہاں آپ کے حُسن، آپ کے اخلاق اور آپ کے اطوارِ حکمرانی اور شانِ نبوّت کی بات حدیث میں ہے اگر زلیخا کو دوبارہ جوانی ملتی تو اتنے بڑے معجزے کا تذکرہ حدیثِ پاک میں ضرور ہوتا، نیز زلیخا کو یوسف علیہ السلام سے محبت ہی کب تھی۔ وہ تو اپنی خواہش کی اسیر تھی جب کام نہ بنتا دیکھا تو ان کی ایذاء کے درپے ہو گئی۔ یہ اس کی زبان سے اقرار تو ربّ یوسف نے کرا دیا کہ اپنے نبی کی برأت کا اظہار مقصود تھا اور

حق یہ ہے کہ اس کردار کی خاتون حرمِ نبوی کی زینت نہیں بن سکتی۔ یہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔

اگر خلقِ خدا کی بہتری مقصود ہو تو اپنے کمالات کا اظہار اور عہدے کی طلب بھی جائز ہے

آپ نے فرمایا کہ آپ مجھے خزانہ کی ذمہ داری دے دیجئے کہ میں امانت کی حفاظت کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں اور مجھے بخوبی علم ہے کہ کتنی رقم کہاں سے آنا چاہیئے اور کتنی رقم کونسی مد میں اور کب خرچ کی جانی چاہیئے۔ آپ نے ان دو جملوں بلکہ دو الفاظ میں وزارتِ خزانہ کی شرائط اور وزیر کی استعداد کا نقشہ کھینچ دیا ہے کہ خائن نہ ہو اور آمد و خرچ کی مدات اور جائز و ناجائز سے واقف بھی ہو۔ لیکن ہوا یہ کہ بادشاہ نے سال بھر تو آپ کو محض مہمان ہی رکھا اور دریں اثناء آپ کی صحبت اور ارشادات کی برکت سے اور ان جذباتِ محبت کے باعث، جو نبی اللہ کے لئے اس کے دل میں پیدا ہو گئے تھے، آپ پر ایمان لے آیا، آپ سے بیعت ہوا اور ایک عظیم الشان جشن کا اہتمام کیا، امراء و رؤساء کو جمع کر حضرت یوسف علیہ السلام کے سر پہ تاج رکھا، اور تمام سلطنت آپ کے قدموں میں ڈال دی۔ سو ارشاد ہوتا ہے کہ اس طرح ہم نے سلطنتِ مصر یوسف علیہ السلام کو عطا کر دی جس کی ایک وزارت وہ طلب فرما رہے تھے۔ اور اس طلب میں خواہشِ جاہ نہ تھی بلکہ آنے والے ہولناک قحط کے سالوں میں لوگوں کو اس کی مصیبت سے بچانے کا اہتمام مقصود تھا۔ حدیث شریف میں جو ارشاد ہے کہ خواہشمند کو یا طلب کرنے والے کو عہدہ نہ دیا جائے تو اس سے مراد عہدہ کی وساطت سے جاہ طلب کرنے سے ہے لیکن خاص شرائط کی بناء پر عہدہ کی طلب جائز ہے۔ جیسے یہ دیکھے کہ کوئی دوسرا لوگوں کو بچا نہ سکے گا یا خود ان پر ظلم کرے گا تو آگے بڑھ کر خلقِ خدا کی بہتری کے لئے عہدہ حاصل کرے یا طلب کرے تو جائز ہے۔

چنانچہ یوسف علیہ السلام خود بادشاہ بن گئے اب جو چاہیں کریں اور انہوں نے مُلکِ مصر میں انصاف کی مثال قائم کر دی۔ اللہ فرماتے ہیں ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے نوازتے ہیں کہ چاہیں تو باپ کی گود سے چاہِ کنعان اور عزیزِ مصر کے گھر سے زندان میں ڈال دیں مگر اپنے بندوں سے یہ سلوک بھی رحمت کا تقاضا ہی ہوتا ہے اور اس میں انہی کی بہتری ہوتی ہے اور جب چاہیں قیدِ زندان سے نکال کر تختِ سلطنت پہ رونق افروز کر دیں۔ کہ خلوصِ دل سے اطاعت کرنے والوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کیا جاتا اور نیکی بہرحال غالب رہتی ہے اور باطل کو آخر

مٹنا پڑتا ہے۔ یہ انعامات تو پھر دنیا کی نعمتیں ہیں، پرہیزگاروں کے لئے جو انعامات آخرت میں ہیں وہ اس سے بڑھ کر ہیں مگر ایمان اور تقویٰ یعنی عقیدہ اور عمل شرط ہے۔ اللہ کریم ہمیں صاف ستھرا عقیدہ اور نیک عمل کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین۔

رکوع نمبر ۸ — آیات ۵۸ تا ۶۸ — وما أبرئ ۱۳/۲

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ
فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾

اور یوسف کے بھائی (کنعان سے مصر میں غلہ خریدنے کیلئے) آئے تو یوسف کے پاس گئے تو یوسف نے انکو پہچان لیا اور وہ انکو نہ پہچان سکے ﴿۵۸﴾

58. And Joseph's brethren came and presented themselves before him, and he knew them but they knew him not.

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ
بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ
اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾

جب یوسف نے انکے لئے انکا سامان تیار کر دیا تو کہا کہ پھر آنا تو جو باپ کی طرف سے تمہارا ایک اور بھائی ہے اسے بھی میرے پاس لیتے آنا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں ماپ بھی پوری پوری دیتا ہوں اور مہمانداری بھی خوب کرتا ہوں ﴿۵۹﴾

59. And when he provided them with their provision he said: Bring unto me a brother of yours from your father. See ye not that I fill up the measure and I am the best of hosts?

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ
عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾

اور اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں میرے ہاں سے غلہ ملے گا اور نہ تم میرے پاس ہی آسکو گے ﴿۶۰﴾

60. And if ye bring him not unto me, then there shall be no measure for you with me, nor shall ye draw near.

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا
لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

انہوں نے کہا کہ ہم اس کے بارے میں اسکے والد سے تذکرہ کرینگے۔ اور ہم (یہ کام) کر کے رہیں گے ﴿۶۱﴾

61. They said: We will try to win him from his father: that we will surely do.

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ
فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ
اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾

اور (یوسف نے) اپنے خدام سے کہا کہ ان کا سرمایہ (یعنی غلے کی قیمت) ان کے شلیتوں میں رکھ دو عجب نہیں کہ جب یہ اپنے اہل و عیال میں جائیں تو اسے پہچان لیں (اور) عجب نہیں کہ یہ پھر یہاں آئیں ﴿۶۲﴾

62. He said unto his young men: Place their merchandise in their saddlebags, so that they may know it when they go back to their folk, and so will come again.

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ
مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾

جب وہ اپنے باپ کے پاس واپس گئے تو کہنے لگے کہ ابا (جب تک ہم بنیامین کو ساتھ نہ لیجائیں) ہمارے لئے غلے کی بندش کر دی گئی ہے تو ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تاکہ ہم پھر غلہ لائیں اور ہم اسکے نگہبان ہیں ﴿۶۳﴾

63. So when they went back to their father they said: O our father! The measure is denied us, so send with us our brother that we may obtain the measure, surely we will guard him well.

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ
اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ
خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

(یعقوب نے) کہا کہ میں اسکے بارے میں تمہارا اعتبار نہیں کرتا مگر ویسا ہی جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا سو خدا ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ﴿۶۴﴾

64. He said: Can I entrust him to you save as I entrusted his brother to you aforetime? Allah is better at guarding, and He is the most Merciful of those who show mercy.

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ
رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ
بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَ

اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ اُن کا سرمایہ واپس کر دیا گیا ہے۔ کہنے لگے ابا ہمیں (اور) کیا چاہئے (دیکھئے) یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے اب ہم اپنے اہل و

65. And when they opened their belongings they discovered that their merchandise had been returned to them. They said: O our father! What (more) can we ask? Here is our merchandise returned to us. We shall get provision for our folk

نَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ
كَيْلٌ يَسِيرٌ ﴿٦٥﴾
قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ
مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن
يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ
اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٦٦﴾
وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ
وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۖ وَمَا أُغْنِي
عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٧﴾
وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم
مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ
إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ۚ
وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ
ع أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾

عیال کیلئے پھر غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی نگہبانی کرینگے اور
ایک بار شتر زیادہ لائیں گے (کہ) یہ غلہ (جو ہم لائے ہیں) تھوڑا ہے ﴿٦٥﴾
(یعقوب نے) کہا کہ جب تک تم خدا کا عہد نہ دو کہ اسکو میرے پاس (صحیح سالم)
لے آؤ گے میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجنے کا۔ مگر یہ کہ تم
گھیر لئے جاؤ (یعنی بے بس ہو جاؤ تو مجبوری ہے) جب انہوں نے
اُنسے عہد کر لیا تو (یعقوب نے) کہا کہ جو قول و قرار ہم کر رہے ہیں اسکا خدا ضامن ہے ﴿٦٦﴾
اور ہدایت کی کہ بیٹا ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ
جُدا جُدا دروازوں سے داخل ہونا۔ اور میں خدا کی تقدیر کو
تم سے نہیں روک سکتا۔ بےشک حکم اسی کا ہے میں اسی پر بھروسا
رکھتا ہوں اور اہل توکل کو اسی پر بھروسا رکھنا چاہیے ﴿٦٧﴾
اور جب وہ اُن اُن مقامات سے داخل ہوئے جہاں جہاں
سے (داخل ہونے کیلئے) باپ نے اُن سے کہا تھا تو وہ تدبیر خدا
کے حکم کو ذرا بھی ٹال نہیں سکتی تھی ہاں وہ یعقوب کے دل کی
خواہش تھی جو انہوں نے پوری کی تھی اور بےشک وہ صاحب علم تھے
کیونکہ ہم نے اُن کو علم سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿٦٨﴾

and guard our brother, and we shall have the extra measure of a camel (load). This (that we bring now) is a light measure.
66. He said: I will not send him with you till ye give me an undertaking in the name of Allah that ye will bring him back to me, unless ye are surrounded. And when they gave him their undertaking he said: Allah is the Warden over what we say.
67. And he said: O my sons! Go not in by one gate; go in by different gates. I can naught avail you as against Allah. Lo! the decision rests with Allah only. In Him do I put my trust, and in Him let all the trusting put their trust.
68. And when they entered in the manner which their father had enjoined, it would have naught availed them as against Allah; it was but a need of Jacob's soul which he thus satisfied;[3] and lo! he was a lord of knowledge because We had taught him; but most of mankind know not.

اسرار و معارف

مصر کیا ہر جگہ بڑی فصلیں ہوئیں اور غلّے اور پھلوں کی فراوانی نے لوگوں کو امیر کر دیا حضرت یوسف علیہ السلام نے بہت اہتمام فرمایا کہ ضرورت سے زائد غلّہ لوگوں سے خرید کر جمع فرماتے گئے اور ابتدائی سات برسوں میں سرکاری گودام بھر گئے۔ پھر قحط سالی شروع ہوئی تو غلّہ کا دانہ نہ ملتا تھا۔ تب آپ نے فروخت کرنے کا اہتمام فرمایا۔

اشیائے ضرورت پر کنٹرول نہ صرف جائز بلکہ حکومت کی ذمّہ داری ہے

اور فروخت پر بھی کنٹرول رکھا کہ ایک آدمی کو اس کے خاندان کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ جو مقرر تھا، دیا جاتا تھا تاکہ لوگ خرید کر مہنگے داموں بیچنا شروع نہ کر دیں جسے آج کی زبان میں بلیک مارکیٹنگ کہا جاتا ہے تو ثابت ہوا کہ اشیائے ضرورت پر کنٹرول کر کے انھیں ہر آدمی تک مناسب داموں پہنچانا اور لوگوں کو لالچی تاجروں

کی لوٹ کھسوٹ سے بچانا حکومت کی ذمّہ داری ہے اور وقتِ ضرورت اس کا اہتمام کرنے کا حق رکھتی ہے۔ چنانچہ دُور دُور شہرہ ہونے لگا۔ ارضِ فلسطین جہاں کنعان تھا جو آج بھی اسرائیل میں خلیل کے نام سے آباد شہر ہے حضرت یُوسف، حضرت یعقوب، حضرت اسحٰق اور حضرت ابراہیم علیہم السّلام آج بھی وہیں آرام فرماہیں، تک بھی خبر پہنچی جو خود قحط کی لپیٹ میں تھا۔ تو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بھی عزمِ سفر کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا تھا چنانچہ انھیں اپنے پاس روک کر دوسروں کو مصر جانے کی اجازت بخشی اور کچھ جمع پُونجی اور گھر کے زیورات وغیرہ ان کے ہمراہ کر دیئے کہ سنتے ہیں مصر کا حکمران بہت نیک انسان ہے اور قحط سالی میں لوگوں کو غلہ دینے کا اہتمام کر رکھا ہے لہٰذا تم بھی جاؤ۔

کشف دُرست ہوتا ہے مگر وقت کی تعین نہیں ہو سکتی

چنانچہ جو بات حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں بتائی گئی تھی اس کی تکمیل کا وقت آپہنچا اگرچہ درمیان میں ایک طویل عرصہ بیت چکا تھا۔ ایسے اہل اللہ کو بھی بعض حالات منکشف ہو جاتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ فوراً واقع بھی ہوں کہ وقت کی تعین بہت مشکل ہوتی ہے۔ یُوسف علیہ السلام نے فوراً پہچان لیا۔ مگر وہ نہ جان سکے کہ یہ کون ہیں کہ انھوں نے کم سِن یُوسفؑ کو بیچا تھا اور یہاں پچاس برس کے قریب عُمر کا ایک کڑیل انسان جلوہ افروز تھا۔ پھر انھوں نے تو غلام بنا کر بیچا اور یہاں ایک بہت بڑے سلطان کے رُو برُو حاضر تھے جہاں آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی کوئی ہمّت ہی نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا وہ تو دربارِ شاہی میں دست بستہ کھڑے تھے۔ مگر یوسف علیہ السلام پہچان چکے تھے کہ یہ میرے وہی بھائی ہیں۔ انھیں ٹھہرانے کا حکم دیا۔ ان سے احوال پُوچھے کہ تم لوگ ملکِ مصر کے تو نہیں؟ انھوں نے بتایا ہم ارضِ فلسطین سے آپ کا شہرہ سُن کر آئے ہیں، ہمارے والدِ بزرگ اللہ کے نبی اور بہت نیک انسان ہیں، انھوں نے آپ کی نیکی کی تعریف سُن کر بھیجا ہے۔ اور اس بہانے والد کا حال بھی سماعت فرمایا، ان کی بہت تکریم فرمائی۔ شاہی مہمان بنا کر رکھے اور جب ان کا سامان تیار ہوا اور انھیں غلّہ دیا گیا تو انھوں نے کہا، ہمارا ایک بھائی اور بھی ہے جسے والدِ گرامی نے اپنے پاس روک لیا ہے کہ ایک بھائی تو جنگل میں کھو گیا تھا۔ باپ نے رو رو کر آنکھیں اندھی کر لی ہیں اب وہ اُن کی خبر گیری کرتا ہے۔ آپ ہمیں اس کا حصہ بھی دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو خلافِ قانون ہے۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا۔

یوسف علیہ السلام نے بھائی سے ملاقات کی خفیہ تدبیر کی جو اللہ کے حکم سے تھی اور اس کا تذکرہ پھر آئے گا

ہاں ! اگر دوبارہ آؤ تو اسے بھی ہمراہ لاؤ اور تم نے ہمارا حُسنِ سلوک تو دیکھا ہے۔ ہم تمھیں اس کا حصہ بھی دیں گے اور ہاں ! یہ بھی یاد رکھو کہ اگر تم دوبارہ آؤ اور بھائی کو نہ لا سکو تو پھر یہاں مت آنا کہ پھر تمھیں غلّہ نہیں دیا جائے گا۔ غالباً یہ گمان کرتے ہوئے کہ تم لوگ غلط بیانی کرتے ہو اور کہیں یہاں سے لے کر بجائے ضرورت پوری کرنے کے بیچتے نہ پھرو۔ وہ کہنے لگے : اگر ایسی بات ہے تو ہم اپنے باپ سے پوری پوری کوشش کر کے اسے ساتھ لائیں گے کہ آپ کو ہم پر بدگمانی نہ رہے اور ہم دوبارہ غلّہ بھی حاصل کر سکیں۔ یہ تدبیر اور دھمکی انھوں نے اللہ کریم کی اجازت سے دی اور ساتھ خفیہ تدبیر بھی کر دی کہ اپنے خدام کو حکم دیا ان کی پونجی واپس سامان اور غلّے میں ہی چھپا دو تاکہ گھر جا کر دیکھیں تو یہ ان کی واپسی کا سبب بن جائے، اس میں دو وجہیں ہیں کہ خاندانِ نبوّت یہ کرم و احسان دیکھ کر کم از کم اظہارِ تشکر کرنا تو ضروری سمجھیں گے اور واپس آئیں گے دوسرے جب یہ گھر کے زیورات لے کر نکلے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے پاس نقدی نہ تھی اور اب شاید دوبارہ آنے کے لیے مزید زیورات بھی نہ ہوں تو مجبوراً آ ہی نہ سکیں۔ لیکن اس سب کے باوجود جب تک اللہ جلّ کی طرف سے اجازت نہ ملی لاکھ بے قراری کے باوجود والد گرامی کو خبر تک نہ بھیجی۔ نہ ہی انھیں کشفاً پتہ چل سکا حالانکہ نبی کا مکاشفہ اس کی عظمتِ شان کے مطابق ہوتا ہے مگر اللہ قادر ہے جو بتانا چاہے وہ منکشف فرما دے اور جو نہ بتانا چاہے اس کے ظاہری اسباب بھی روک دے۔

جب واپس پہنچے تو شاہِ مصر کی اس کے عدل و انصاف اور جُود و کرم کی بہت تعریف کی۔ اس کے حُسنِ سلوک کے ساتھ حُسنِ انتظام کو بھی سراہا اور ساتھ عرض کرنے لگے کہ اے والدِ محترم ! اس سب بات کے باوجود ہمارا کام بگڑ رہا ہے اور وہ یہ کہ ہم نے بنیامین کا تذکرہ کر کے ایک بوجھ غلّے کا مزید طلب کیا تو سلطانِ مصر نے کہا کہ ایسا تو ممکن نہیں، ایک آدمی کو ایک اونٹ کا بوجھ ہی ملتا ہے لیکن اگر تم سچے ہو تو بھائی کو ساتھ لے کر آنا تو دس کی جگہ گیارہ حاصل کرنے کا حق تو تمھارا ہو گا مگر ہم تم کو ایک بوجھ غلّہ زائد دے کر موجودہ سفر کا بدلہ بھی دے دیں گے اور اگر بھائی کو نہ لائے تو پھر مت آنا کہ تم جھوٹے شمار کیے جاؤ گے۔ تو اس طرح تو ہمارا غلّہ ہی روک دیا گیا۔ آپ از راہِ کرم بھائی

کو ضرور ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ ہم غلّہ بھی زیادہ حاصل کر سکیں اور بھائی کی حفاظت کا ذمہ بھی ہمارا ہے۔

انھوں نے فرمایا: کیا خوب! ابھی تمھیں اپنی حفاظت پہ ناز ہے جبکہ اس کے بھائی یُوسف علیہ السلام کے معاملہ میں تمھاری حفاظت اور ذمہ داری کا امتحان ہو چکا پھر تم پر یا تمھاری بات پر کیا بھروسہ۔ ہاں! اللہ کریم ہی بہترین حفاظت کرنے والے ہیں اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہیں کہ اب اس ضُعفِ پیری میں پھر سے صدمہ نہ دیکھنا پڑے تو اُسی کے کرم پہ اُمید کی جا سکتی ہے۔

باتوں باتوں میں سامان بھی اتارتے اور کھولتے جاتے تھے کہ ایک بوری سے سارا سرمایہ بھی نکل آیا تو بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے: ابّا جان! دیکھو شاہِ مصر کتنا کریم ہے کہ اس نے ہمارا سرمایہ بھی لَوٹا دیا اور ہم پر کوئی احسان جتائے بغیر ہمارے غلّہ میں رکھوا دیا، ایسے مہربان کے پاس لوٹ کر ہی نہ جانا تو معقول بات نہیں اور جو حُسنِ سلوک انھوں نے کیا ہے اس سے زیادہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا نہ اس سے زیادہ کی کوئی بھی شخص اُمید کر سکتا ہے کہ قحط سالی میں غلہ بھی دے اور پُونجی بھی لَوٹا دے تو آپ بنیامین کو ضرور ہمارے ساتھ بھیجیں کہ ہمیں خاندان کے لِئے غلہ کی ضرورت بھی ہے اور اس کے بغیر ہم جا نہیں سکتے، لہٰذا ہم بھائی کی حفاظت کا حق ادا کریں گے اور اس کی بدولت غلہ بھی زائد حاصل کر سکیں گے۔

والدین کو اولاد کی اور شیخ کو مرید کی تربیت کرنا چاہیئے بھگا نہ دیا جائے

آپ نے فرمایا: اچھا بھیج دیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ اللہ کے نام پر میرے ساتھ عہد کرو کہ تم اسے لے کر واپس آؤ گے۔ ہاں! کوئی ایسی صورت کہ تم سب گِھر جاؤ یا تمھاری استطاعت سے باہر ہو تو الگ بات ہے۔ مگر جہاں تک تمھارا بس چلے گا کوتاہی نہ کرو گے۔ انھوں نے اللہ کے نام پر عہد کیا تو فرمایا کہ ہمارے اس معاہدے پر اللہ ہی گواہ ہے اور وہی سب کچھ جاننے والا بھی ہے، کرنے والا بھی۔ یہاں ثابت ہے کہ غلطی یا گناہ پر اولاد کو چھوڑ نہ دیا جائے۔ ایسے ہی شیخ طالب کو بھگا نہ دے بلکہ صبر و ضبط کے ساتھ ان کی تربیت کی ضرورت ہے۔ ورنہ قطع تعلق سے اصلاح نہیں ہوتی۔ انسان کے بالکل ہی برائی کی طرف چلے جانے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ ہاں! خطا کا احساس دلانا اور اس کے دوبارہ نہ کرنے کی تلقین مناسب طریقے سے کرنا ضروری ہے اور سب اہتمام کر کے

بھروسہ اللہ کریم ہی پہ رکھنا چاہیئے۔

حسنِ تدبیر ضروری ہے مگر نتائج کی اُمید اللہ پاک سے رکھے

حضرت یعقوب علیہ السلام جب ان سب کو رخصت فرمانے لگے اور بنیامین کو بھی ساتھ کر دیا تو ایک تدبیر اختیار کرنے کا حکم دیا کہ دیکھو، تم گیارہ بھائی ہو۔ خوبصورت قدآور اور صحتمند جوان ہو اور بادشاہ تمھاری عزت بھی کرتا ہے تو اب کے تم سب شہر کے ایک دروازے سے داخل نہ ہونا کہ کسی کی نظرِ بد کا شکار نہ ہو جاؤ۔

نظرِ بد کا اثر

علما، اہلِ سنت کے نزدیک نظر کا اثر حق ہے۔ حدیث شریف سے ثابت ہے اور قرآن میں بھی اپنے مقام پر آئے گا انشاء اللہ زیرِ آیہ یزیدون یذلقونک بابصارھم۔ یہاں صرف اِتنا لکھنا کافی ہے کہ یہ انسان کے تخیل کا اثر ہوتا ہے جو غذا کی طرح بالکل ایک سبب اور باعث ہے جیسے موسم کا اثر یا دوا کا اثر یا غذا کا اثر بیمار کر سکتا ہے ویسا ہی انسان کے خیال کا بھی اثر ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نظرِ بد ایک انسان کو قبر میں اور اونٹ کو ہنڈیا میں داخل کر دیتی ہے او کما قال علیہ السلام۔ دوسرے بادشاہ کے ہاں عزت شہر میں حاسد بھی پیدا کر سکتی ہے اور یوں تم سب کا اکٹھا داخل ہونا تو سب کو تمھاری طرف متوجہ کر دے گا لہٰذا متفرق دروازوں سے شہر میں داخل ہونا اور یہ بات تو واضح ہے کہ ہو گا تو وہی جو اللہ کو منظور ہو گا، اس لئے کہ اسی واحد ذات کا حکم ہر شے میں ہر آن جاری ہے اور وہی اسباب میں اثر بھی پیدا فرماتا ہے، لہٰذا میرا بھروسہ بھی اسی پر ہے اور سب بھروسہ کرنے والے بھروسہ تو صرف اسی پہ ہی کرتے ہیں۔ ہاں اسباب اختیار کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کا حکم بھی اسی ذات کی طرف سے ہے اور یہ بھی اسی کی اطاعت ہے۔

چنانچہ وہ سب مصر پہنچے اور اسی طرح متفرق ہو کر مختلف دروازوں سے شہر میں داخل ہوئے لیکن یہ تدبیر انھیں آنے والی پریشانی سے بچا تو نہ سکی ہاں! حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ حسرت نہ رہی کہ کاش کوئی تدبیر ہی کر لی ہوتی کہ یہ شرعی قاعدہ ہے کہ اپنے بچاؤ کے جائز اسباب اختیار کئے جائیں۔

علمِ لدُنی

اور وہ تو نبی تھے جن کا علم وہبی اور لدُنی ہوتا ہے۔ انبیا علیہم السلام کا علم اکتسابی نہیں ہوتا کہ اس میں غلطی کا امکان ہر وقت رہتا ہے مگر علمِ لدُنی میں غلطی کا امکان ہی نہیں ہوتا۔ صرف یہ فرق ہوتا ہے

کہ نبی کو سمجھنے میں بھی غلطی نہیں لگ سکتی اور ولی سمجھنے میں غلطی کر سکتا ہے نیز نبی کو براہِ راست نصیب ہوتا ہے اور ولی کو اس کی اتباع سے، لہٰذا سمجھنے میں بھی اُسی ذات کا محتاج ہوتا ہے۔ یعنی نبی کے ارشاد کی حدود کے اندر ہو تو درُست ان سے ٹکرائے تو غلطی لگی ہوگی۔ لہٰذا ان کی دُوربین نگاہ یہ دیکھ رہی تھی کہ ابھی مزید مشقت بڑھ رہی ہے اور بنیامین بھی بچھڑ رہا ہے لہٰذا انہوں نے ظاہری تدبیر تو اختیار کی مگر فرمایا: اس کا فائدہ دینا تو اللہ ہی کا کام ہے اور ہوگا وہی جو اس کو منظور ہوگا مگر لوگ اس بات کی عظمت و حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ اگر اس علم کی عظمت کو جانتے تو اس کے حصول کے لئے عمریں صرف کر دیتے۔

رکوع نمبر ۹ — آیات ۶۹ تا ۷۹ — وما اُبرّئ ۱۳ / ۳

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ
اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾
فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ
فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا
الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾
قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾
قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ
بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾
قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ
فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾
قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾
قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ
جَزَآؤُهٗ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾
فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ
اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ كَذٰلِكَ كِدْنَا
لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ
الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ

اور جب وہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو (یوسف نے) اپنے حقیقی بھائی
کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں تو جو سلوک
یہ (ہمارے ساتھ) کرتے رہے ہیں اس پر افسوس نہ کرنا ﴿۶۹﴾
جب اُن کا اسباب تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے شلیتے میں گلاس
رکھ دیا پھر (جب وہ آبادی سے باہر نکل گئے تو) ایک پکارنے والے
نے آواز دی کہ قافلے والو! تم تو چور ہو (ف۱۵۵) ﴿۷۰﴾
وہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز کھوئی گئی ہے ﴿۷۱﴾
وہ بولے کہ بادشاہ (کے پانی پینے) کا گلاس کھو گیا ہے اور جو شخص
اُسکو لے آئے اُسکے لئے ایک بار شتر (انعام) اور میں اس کا ضامن ہوں ﴿۷۲﴾
وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم تم کو معلوم ہے کہ ہم (اس) ملک میں
اسلئے نہیں آئے کہ خرابی کریں اور نہ ہم چوری کیا کرتے ہیں ﴿۷۳﴾
بولے کہ اگر تم جھوٹے نکلے (یعنی چوری ثابت ہوئی) تو اس کی سزا کیا؟ ﴿۷۴﴾
اُنہوں نے کہا کہ اس کی سزا یہ کہ جس کے شلیتے میں وہ دستیاب ہو وہی اس کا
بدل قرار دیا جائے (ف۱۵۶) ہم ظالموں کو یہی سزا دیا کرتے ہیں ﴿۷۵﴾
پھر یوسف نے اپنے بھائی کے شلیتے سے پہلے اُن کے شلیتوں کو دیکھنا
شروع کیا پھر اپنے بھائی کے شلیتے میں سے اُسکو نکال لیا۔ اس طرح
ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی (ورنہ) بادشاہ کے قانون کے مطابق
وہ مشیت خدا کے سوا اپنے بھائی کو لے نہیں سکتے تھے (ف۱۵۷) ہم جسکے چاہتے ہیں

69. And when they went in before Joseph, he took his brother unto himself, saying: Lo! I, even I, am thy brother, therefore sorrow not for what they did.

70. And when he provided them with from their provision, he put the drinking-cup in his brother's saddlebag, and then a crier cried: O camel-riders! Ye are surely thieves!

71. They cried, coming towards them: What is it ye have lost?

72. They said: We have lost the king's cup, and he who bringeth it shall have a camel-load, and I (said Joseph) am answerable for it.

73. They said: By Allah, well ye know we came not to do evil in the land, and are no thieves.

74. They said: And what shall be the penalty for it, if ye prove liars?

75. They said: The penalty for it! He in whose bag (the cup) is found, he is the penalty for it. Thus we requite wrongdoers.

76. Then he (Joseph) began the search with their bags before his brother's bag, then he produced it from his brother's bag. Thus did We contrive for Joseph. He could not have taken his brother according to the king's law unless Allah

مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾
قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ
مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ
وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ
مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾
قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا
كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ
مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾
قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا
مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع

درجے بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے سے دوسرا علم والا بڑھ کر ہے ﴿۷۶﴾
(برادرانِ یوسفؑ نے) کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہو تو (کچھ عجب
نہیں کہ) اس کے ایک بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی۔ یوسف نے
اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا
(اور) کہا کہ تم بڑے بدقماش ہو۔ اور جو تم بیان کرتے ہو خدا اسے خوب جانتا ہے ﴿۷۷﴾
وہ کہنے لگے کہ اے عزیز اس کے والد بہت بوڑھے ہیں (اور اس سے
بہت محبت رکھتے ہیں) تو (اس کو چھوڑ دیجیے اور) اس کی جگہ ہم میں سے
کسی کو رکھ لیجیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ احسان کرنے والے ہیں ﴿۷۸﴾
(یوسف نے) کہا کہ خدا پناہ میں رکھے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز
پائی ہے اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں (ایسا کریں) تو ہم (بڑے) بے انصاف ہیں ﴿۷۹﴾

willed. We raise by grades (of mercy) whom We will, and over every lord of knowledge there is one more knowing.

77. They said: If he stealeth, a brother of his stole before. But Joseph kept it secret in his soul and revealed it not unto them. He said (within himself): Ye are in worse case and Allah knoweth best (the truth of) that which ye allege.

78. They said: O ruler of the land! Lo! he hath an aged father, so take one of us instead of him. Lo! we behold thee of those who do kindness.

79. He said: Allah forbid that we should seize save him with whom we found our property; then truly we should be wrong-doers.

اسرار و معارف

جب یوسف علیہ السلام کے حضور پہنچے تو انھوں نے سب کو عزّت و احترام سے ٹھہرایا اور بنیامین کو الگ سے بتایا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، مَیں تمھارا بھائی یوسفؑ ہوں اگر میری جدائی بھی بہت تکلیف دہ تھی جو بھائیوں کے ہاتھوں واقع ہوئی مگر اب ملاقات انشاء اللہ تعالیٰ سب غم رفع کر دے گی اور وقت آنے پر والدِ گرامی کو بھی یہ خوشی نصیب ہو گی لیکن ابھی ربِّ جلیل کو یہ منظور ہے کہ تم بھی یہیں رہ جاؤ۔ شاید یہ غم کا پہاڑ ابھی قلبِ یعقوب علیہ السلام پہ ٹوٹنا باقی ہے۔

تربیتِ قلوب

اس سے ثابت ہے کہ یُوسف علیہ السلام کا فعل تو اللہ کے حکم سے تھا جیسے آگے مذکور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کریم اپنے بندوں کے قلوب کی تربیت فرماتے ہیں اور مختلف بھٹیوں سے گزر کر ہی قلوب کندن بنتے ہیں اور یہ معاملہ انبیاء کرام علیہم السّلام کے ساتھ اپنی اپنی شان کے مطابق ہوتا رہتا ہے اور اہل اللہ کو بھی غم اسی سلسلے میں نصیب ہوتے ہیں جبکہ دُنیا دار کو غم مزید ناشکری کی طرف دھکیلتے اور وہی غم اللہ کے بندوں کو اور قریب تر کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ انسان کی اصل عظمت ہی دلوں کے ٹوٹنے سے بنتی ہے۔ چنانچہ بنیامین کو روکنے کی تدبیر یہ کی گئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خادموں کو حکم دیا تو انھوں نے شاہی پیمانہ

جو بہت قیمتی تھا، بنیامین کے غلے میں چھپادیا۔ چونکہ ہر آدمی کو ایک اونٹ غلہ ملتا تھا اور سب لوگ ایک ایک اُونٹ اپنے نام سے خود بار کراتے تھے چنانچہ ہر آدمی کا اونٹ از خود مقرر تھا۔ قافلہ روانہ ہوگیا تو پیچھے آدمی دوڑائے گئے، جنھوں نے انھیں راستہ میں جا لیا اور کہا اے اہلِ قافلہ! تم پر چوری کا شبہ ہے۔ وہ بہت حیران ہوئے اور یہ بات انھیں بہت ناگوار گزری کہ ہم تو اولادِ پیمبر ہیں اور یہاں بھی سلطانِ مصر نے ہماری بہت عزت کی ہے تو کیا ہم اتنے احسان فراموش ہیں کہ ایسا کام کریں گے اور زمین پر فساد پھیلانا تو ہمیں زیب نہیں دیتا۔ نہ ہی ہم چور ہیں۔ اللہ کی شان کتنی بڑی خطا کر گزرے کہ ایک نبی کو جو سگا بھائی بھی تھا ظلم کا نشانہ بنایا اور دوسرے نبی کو جو والد بھی تھا، غم میں مبتلا کر دیا اور سب کچھ بھول کر کس قدر پاکبازی پہ اصرار ہے یہی مزاجِ انسانی ہے اور ہم اکثر اس طرح سے دھوکا کھاتے ہیں۔ کاش! اللہ کریم اس کا احساس بخش دیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو مقصود حاصل ہو جائے اور بھلا تمھارا کونسا مال چوری ہو گیا جس کا شبہ تمھیں ہم پر ہے تو سرکاری آدمی نے کہا کہ شاہی پیمانہ جو بہت قیمتی تھا چوری ہوا اور آپ لوگوں نے بھی اسی پیمانے سے ماپ کر مال حاصل کیا تھا۔ لہٰذا آپ سے پوچھ گچھ تو ضروری تھی۔ اب اگر وہ غلطی سے بھی آپ کے مال میں آگیا ہے، تو لوٹا دیجئے۔

کسی کام پر انعام مقرر کرنا اور مال کے لئے ضمانت دینا جائز ہے

اور ہاں! بادشاہ نے اس کی بازیابی پر ایک اونٹ غلہ دینے کا اعلان فرمایا ہے اور میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ پیمانہ لوٹانے والے کو ایک اونٹ مزید غلہ دیا جائے گا۔ گویا کسی کام پر انعام مقرر کرنا بھی درست ہے اور مال کے لئے ضمانت دینا بھی جائز ہے۔ لینے والا ضمانت دینے والے سے اپنا مال حاصل کر سکتا ہے۔

چنانچہ سرکاری آدمیوں نے پوچھا کہ اگر آپ شریف لوگ ہیں اور ہماری باز پُرس پہ خفا ہوتے ہیں تو ہم آپ سے اپنے قانون کے مطابق معاملہ نہیں کرتے، آپ اپنے ہاں کا دستور بیان کریں کہ اگر آپ میں سے کسی بھائی کے غلّے سے وہ پیمانہ برآمد ہو جائے تو اس کو کیا سزا دی جائے کیونکہ اب تلاشی تو ہو گی اور برآمد نہ ہوا تو ہم آپ سے معذرت کر لیں گے۔ تو وہ کہنے لگے کہ ہمارے ہاں چور کی سزا یہ ہے کہ اگر ثابت ہو جاتے تو چور کو اُس آدمی کے سپرد کر دیا جاتا ہے جس کا مال اس نے چرایا ہو، اب وہ اس کا غلام ہے وہ جو سلوک چاہے اس سے کرے

اور یہی سزا مناسب ہے کہ چوری بہت بڑا ظلم ہے لہٰذا شریعتِ یعقوب علیہ السلام کا یہی قانون ہے حالانکہ مصر کے قانون کے مطابق مار پیٹ کر چھوڑ دیا جاتا۔ مگر اللہ کو اسے روکنا منظور تھا لہٰذا بھائی خود اپنے ہاتھوں اِس کا اہتمام کرتے رہے تلاشی لی گئی تو بنیامین کے مال سے پیمانہ برآمد ہو گیا پہلے باقی سب کا سامان تلاش کرتے رہے، حتیٰ کہ صرف بنیامین کا مال بچا مگر جب وہ کھولا تو پیمانہ نکل آیا تو بہت پریشان ہوئے اور بڑی ملامت کرنے لگے کہ بنیامین نے تو ہماری ساری عزت ڈبو دی مگر قصور بنیامین کا تھا اور نہ ہی یوسف علیہ السلام نے زیادتی کی۔ سب کچھ اللہ کریم کی وحی کے مطابق کیا گیا کہ ارشاد ہوتا ہے، ہم نے یوسف علیہ السلام کے لئے یہ تدبیر فرمائی ورنہ مصر کے قانون کے مطابق تو وہ بھائی کو روک نہیں سکتے تھے لیکن جب اللہ چاہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور فرمایا: ہم چاہیں جس کے درجات بلند کر دیں کہ یعقوب علیہ السلام کیفیاتِ ہجر میں مبتلا ہو کر ترقی کر رہے ہیں، تو یوسف علیہ السلام وحیِ الٰہی کی تعمیل کر کے کہ بوڑھے والد کے حالِ زار سے واقف ہونے کے باوجود نہ صرف یہ کہ اپنی خیریت کی خبر نہ دے سکے بلکہ بنیامین کا آسرا جو انھوں نے ہجرِ یُوسف میں اختیار کر رکھا تھا اس سے بھی محروم کر رہے ہیں اور عشقِ الٰہی ایسی ہی چیز ہے جو بجز ذاتِ باری سب کچھ چھڑا دیتی ہے اور یہی ترقیِ درجات کا باعث بنتی ہے نیز علوم کا مصدر بھی اللہ ہے اور ان کی انتہا بھی اُسی کی ذات ہے ورنہ مخلوق میں ایک کے علوم دوسرے سے جُداگانہ رنگ اور اہمیت لئے ہوئے ہیں۔

وہ لوگ بہت پٹپٹاتے اور کہنے لگے: اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو کیا تعجب کہ پہلے اس کا بھائی یُوسفؑ بھی چور تھا اس کی روایت یہ ہے کہ والدہ کی وفات کے باعث یوسف علیہ السلام پھوپھی کے پاس رہے۔ جب ذرا بڑے ہو گئے تو والد نے منگوا لیا مگر وہ اپنے سے جُدا نہ کر سکتی تھیں چنانچہ انھوں نے بھی ایک تدبیر کی کہ اسحٰق علیہ السلام کا ایک پٹکا جوان کے پاس بطورِ تبرّک تھا۔ یوسف علیہ السلام کے لباس کے نیچے کمر سے لپیٹ دیا اور ان کے بعد فرمایا، پٹکا چوری ہو گیا اور بالآخر ان سے برآمد کر لیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی اس حد تک محبّت سے بہت متاثر ہوتے اور جب تک وہ زندہ رہیں، یُوسف علیہ السلام کو انہی کے پاس رکھا۔ یہ بات بھائیوں کے علم میں تھی مگر اب ناراض ہوئے تو وہ طعنہ بھی دے ڈالا۔ یوسف علیہ السلام نے سُنا تو بہت دکھ ہُوا مگر ظاہر نہ ہونے دیا اور فرمایا: کاش! انسان اپنے کردار کو دیکھتا، یہ بھائی جو مجھے چور کہہ رہے ہیں خود کتنا بڑا جُرم کر چکے ہیں

بہرحال انسان یاد رکھے یا بھلا دے اللہ کریم تو سب کچھ جانتا ہے۔

اب وہ لگے حیلے کرنے کہ والدِ گرامی کا حال بہت خراب ہے ہم انھیں وعدہ دے کر آئے تھے۔ اب کیا منہ لے کر جائیں۔ چنانچہ آپس میں طے کر کے عرض گزار ہوتے کہ اے عزیزِ مصر! اے نیک دل سُلطان! ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے اور پہلے ایک بیٹے کی جدائی کا صدمہ نہیں بھول سکا۔ یہ دوسرا وار تو شاید وہ سہہ بھی نہ سکے، اس بزرگ کے حال پر کرم کیجئے اور ہم میں سے جس ایک کو چاہیں بنیامین کی جگہ روک لیں مگر انھیں ضرور جانے دیں۔

تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی پناہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم ظالم تھوڑی ہیں کہ مال مسروقہ کسی اور سے برآمد ہو اور سزا کسی اور کو دیں، یہ ہرگز نہ ہو گا۔ غرض انھوں نے بہت کوشش کی مگر ایک بھی پیش نہ گئی اور سلطان کو نہ ماننا تھا نہ مانا اگرچہ یہ لمحہ بھائیوں کی نسبت برسوں سے بچھڑے ہوئے یُوسفؑ کے لئے ایک بہت ہی مشکل لمحہ تھا کہ والد کی محبت اور ان کے حال سے باخبر بھی تھے اور اپنا پیار بھی بہت زیادہ تھا مگر اللہ کا حکم تھا جس کی تعمیل کے علاوہ کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

رکوع نمبر ۱۰ آیات ۸۰ تا ۹۳ وما اُبرّیٔ ۱۳ ۴

فَلَمَّا اسْتَايْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ
كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ
اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ
قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِىْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ
اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِىْۤ اَبِىْۤ اَوْ
يَحْكُمَ اللّٰهُ لِىْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾
اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ
ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا
عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾
وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِىْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ
الَّتِىْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾
قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ
اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر صلاح کرنے
لگے۔ سب سے بڑے نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے والد نے تم
سے خدا کا عہد لیا ہے اور اس سے پہلے بھی تم یوسف کے بارے
میں قصور کر چکے ہو تو جب تک والد صاحب مجھے حکم نہ دیں
میں تو اس جگہ سے ہلنے کا نہیں یا خدا میرے لئے کوئی اور تدبیر
کرے۔ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (۸۰)
تم سب والد صاحب کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ ابا آپ کے صاحبزادے نے
(وہاں جا کر) چوری کی۔ اور ہم نے تو اپنی دانست کے مطابق آپ سے (اس کے لے
آنے کا) عہد کیا تھا مگر ہم غیب کی باتوں کے جاننے اور یاد رکھنے والے تو نہیں تھے (۸۱)
اور جس بستی میں ہم (ٹھہرے) تھے وہاں سے (یعنی اہل مصر سے) اور جس قافلے میں
آئے ہیں اس سے دریافت کر لیجیئے اور ہم اس بیان میں بالکل سچے ہیں (۸۲)
(جب انہوں نے یہ بات یعقوب سے آ کر کہی تو) انہوں نے کہا کہ (حقیقت
یوں نہیں ہے) بلکہ یہ بات تم نے اپنے دل سے بنا لی ہے تو صبر ہی بہتر

80. So, when they despaired of (moving) him, they conferred together apart. The eldest of them said: Know ye not how your father took an undertaking from you in Allah's name and how ye failed in the case of Joseph aforetime? Therefore I shall not go forth from the land until my father giveth leave or Allah judgeth for me. He is the Best of Judges.

81. Return unto your father and say: O our father! Lo! thy son hath stolen. We testify only to that which we know; we are not guardians of the unseen.

82. Ask the township where we were, and the caravan with which we travelled hither. Lo! we speak the truth.

83. (And when they came unto their father and had spoken thus to him) he said: Nay, but your minds have

يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ
الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾
وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ
وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾
قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ
تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ﴿٨٥﴾
قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى
اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾
يَا بَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُوسُفَ
وَأَخِيهِ وَلَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ ۖ
إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ
الْكَافِرُونَ ﴿٨٧﴾
فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ
مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ
مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ
عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ﴿٨٨﴾
قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ
وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ﴿٨٩﴾
قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ
أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ
اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ
فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾
قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا
وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ ﴿٩١﴾
قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ
يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ
الرَّاحِمِينَ ﴿٩٢﴾
اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ
وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ
ع أَجْمَعِينَ ﴿٩٣﴾

ہے۔ عجب نہیں کہ خدا ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ بیشک
وہ دانا اور حکمت والا ہے ﴿۸۳﴾
پھر ان کے پاس سے چلے گئے اور کہنے لگے کہ ہائے افسوس۔ یوسف
(ہائے) افسوس، اور رنج و الم میں ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور ان کا دل غم سے بھر رہا تھا ﴿۸۴﴾
بیٹے کہنے لگے کہ واللہ اگر آپ یوسف کو اسی طرح یاد ہی کرتے رہیں گے
تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے ﴿۸۵﴾
انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے غم و اندوہ کا اظہار خدا سے کرتا
ہوں۔ اور خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿۸۶﴾
بیٹا (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ اور یوسف اور اس کے
بھائی کو تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے ناامید
نہ ہو کہ خدا کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید
ہوا کرتے ہیں ﴿۸۷﴾
جب وہ یوسف کے پاس گئے تو کہنے لگے کہ عزیز! ہمیں اور
ہمارے اہل و عیال کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم تھوڑا سا
سرمایہ لائے ہیں آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا غلہ دیجیے
اور خیرات کیجیے کہ خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے ﴿۸۸﴾
(یوسف نے) کہا تمہیں معلوم ہے کہ جب تم نادانی میں پھنسے ہوئے تھے
تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟ ﴿۸۹﴾
وہ بولے کیا تم ہی یوسف ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں ہی
یوسف ہوں۔ اور (بنیامین کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے) یہ
میرا بھائی ہے خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ جو شخص خدا سے
ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو خدا نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا ﴿۹۰﴾
وہ بولے خدا کی قسم خدا نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی ہے اور
بے شک ہم خطاکار تھے ﴿۹۱﴾
(یوسف نے) کہا کہ آج کے دن (سے) تم پر کچھ عتاب (و ملامت)
نہیں ہے۔ خدا تم کو معاف کرے۔ اور وہ بہت
رحم کرنے والا ہے ﴿۹۲﴾
یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اسے والد صاحب کے منہ پر ڈال دو۔
وہ بینا ہو جائیں گے۔ اور اپنے تمام اہل و عیال کو
میرے پاس لے آؤ ﴿۹۳﴾

beguiled you into something. (My course is) comely patience! It may be that Allah will bring them all unto me. Lo! He, only He, is the Knower, the Wise.

84. And he turned away from them and said: Alas, my grief for Joseph! And his eyes were whitened with the sorrow that he was suppressing.

85. They said: By Allah, thou wilt never cease remembering Joseph till thy health is ruined or thou art of those who perish!

86. He said: I expose my distress and anguish only unto Allah, and I know from Allah that which ye know not.

87. Go, O my sons, and ascertain concerning Joseph and his brother, and despair not of the Spirit of Allah. Lo! none despaireth of the Spirit of Allah save disbelieving folk.

88. And when they came (again) before him (Joseph) they said: O ruler! Misfortune hath touched us and our folk, and we bring but poor merchandise, so fill for us the measure and be charitable unto us. Lo! Allah will requite the charitable.

89. He said: Know ye what ye did unto Joseph and his brother in your ignorance?

90. They said: Is it indeed thou who art Joseph? He said: I am Joseph and this is my brother. Allah hath shown us favour. Lo! he who wardeth off (evil) and endureth (findeth favour); for verily Allah loseth not the wages of the kindly.

91. They said: By Allah, verily Allah hath preferred thee above us, and we were indeed sinful.

92. He said: Have no fear this day! May Allah forgive you, and He is the Most Merciful of those who show mercy.

93. Go with this shirt of mine and lay it on my father's face, he will become (again) a seer; and come to me with all your folk.

اسرار و معارف

بھائیوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح بنیامین کو ساتھ لے جاسکیں مگر جب کوئی چارہ کارگر نہ ہوا تو پھر مشورہ کرنے لگے کہ اب یہاں رُک بھی نہ سکتے تھے گھر میں کھانے تک کا کوئی سامان نہ تھا اور رُکنے کا کوئی فائدہ بھی نہ تھا لہٰذا اب واپس چلنا چاہیئے۔ مگر سب سے بڑے نے کہا کہ تمھیں وہ قول و قرار یاد نہیں جو والد گرامی سے کر کے آئے تھے، اور وہ بات بھی بھول گئے کہ یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں ہم سے کس قدر زیادتی ہو چکی ہے اور اس کی جدائی میں باپ کس حال کو پہنچا ہے لہٰذا میں نے تو نہ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کم از کم ہم میں سے کوئی تو ایک یہاں ہی رہ جائے پھر اگر والدِ ماجد اجازت دیں تو واپس چلا جاؤں گا یا اللہ کریم بنیامین ہی کی گلوخلاصی کی کوئی صورت بنا دے کہ امور تو اُس کے دستِ قدرت میں ہوتے ہیں اور وہ خود ہی فیصلے فرماتا ہے کہ سب کے فیصلے محض دِکھاوے کے ہوتے ہیں جن کے پردے میں دراصل اس کے فیصلوں کا نفاذ ہوتا رہتا ہے اکثر مفسّرین کے نزدیک یہ بڑا بھائی یہودا تھا جس نے یُوسف علیہ السّلام کے قتل کی بھی مخالفت کی تھی۔ ان سب میں سے یہ صائب الرائے تھا۔

چنانچہ بھائیوں کو بھی سمجھایا کہ جا کر عرض کرو کہ ابّا جان! ہم نے اپنا عہد نبھانے میں کوتاہی نہیں کی مگر ہم اسی کے مکلف تھے جو بات سامنے اور ظاہر تھی۔ اب ہم سے بھی چھپ کر آپ کے صاحبزادے نے چوری کی اور شاہی پیمانہ چُرا لیا۔ ہمیں تو خود اس کی اس حرکت پہ بہت سخت ندامت ہوئی کہ بادشاہ عزت کرتا تھا اس کے سامنے ذلیل ہوئے۔ یہاں سے غلہ مل جاتا تھا، آئندہ اس کی بھی اُمید نہیں اور آپ بھی شاید ہماری بات پہ یقین نہ کریں لیکن یہ حق ہے کہ ہم ظاہر کے تو پابند تھے مگر جو افتاد غائبانہ پڑی وہ نہ تو ہمارے خیال میں تھی اور نہ اس کے مقابل ہم ڈھال بن سکتے تھے۔

معاہدہ کی حیثیت اور شہادت

یہاں فقہاء نے فرمایا ہے کہ معاہدہ ظاہری حالات پر ہی محمول ہوتا ہے اگر کوئی ایسی بات جو غیر اختیاری ہو یا انسان اس سے بے خبر ہو، درمیان آجائے تو ایسے امور پر لاگو نہیں ہوتا۔ نیز شہادت کے لئے علم ہونا کافی ہے، صرف یہ کہ شاہد ذریعۂ علم بیان کر دے یعنی اگر اس نے خود واقعہ نہیں دیکھا تو جس سے سُنا ہے اس کے بارے بیان

کردے تو ایسی شہادت درست ہے ۔ تو یہ بھی عرض کرنا کہ آپ تحقیق کرنا چاہیں تو ہم جس قافلے کے ساتھ سفر کر رہے تھے ان لوگوں سے پوچھ سکتے ہیں اور یا پھر مصر تشریف لاکر حقیقتِ حال کو خود جان سکتے ہیں ۔ ہم تو پوری دیانتداری سے عرض کر رہے ہیں کہ یہ سب حقیقت ہے ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے واقعہ سُن کر وہی الفاظ دُہرائے کہ تمہارے نفسوں نے یہ بات گھڑی ہے بھلا بنیامین اور چوری کرے گا، کیا میں یہ بات نہیں سمجھ سکتا لیکن صبر ہی بہترین راستہ ہے جو میں نے پہلے سے اختیار کر رکھا ہے اور یہ بھی یاد رکھو ! ہر کام کی حد ہوتی ہے لہٰذا میرے دُکھ بھی اب انتہا کو چھو رہے ہیں ۔ اب انشاء اللہ یہ بھی اپنے اختتام کو پہنچیں گے اور نہ صرف بنیامین بلکہ یوسف علیہ السلام سمیت میرے تمام بچے مجھ سے آن ملیں گے کہ پہلے یوسف علیہ السلام کے خواب سے والدین اور بھائیوں کی ملاقات اور سب کا یکجا ہونا تو معلوم تھا مگر اس کے باوجود فرمایا کہ اصل علم تو اللہ ہی کے پاس ہے وہی خوب جانتا ہے اور وہ بہت بڑا حکیم ہے یہ سب اس کی اپنی حکمت کا تقاضا ہے ۔

کمالات پر اللہ کا مزید شکر کرنا چاہیے

لہٰذا یہاں یہ بات ظاہر ہے کہ انسان کو جس قدر بھی کمالات نصیب ہوں انہیں اللہ کی عطا سمجھ کر اس کا مزید شکر کرے اور شکر کرنے کا بہترین انداز یہ بھی ہے کہ ان کمالات ہی کی نسبت اللہ کی طرف کرے اور اپنے کو عاجز بندہ ہی شمار کرے ۔ چنانچہ ان کی طرف سے رُخ پھیرا اور ایک آہِ سرد کھینچ کر فرمایا : ولئے یُوسفؑ تجھے کہاں پاؤں اور ایک طویل عرصہ روتے روتے آپ کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور بینائی جاتی رہی تھی ۔ صرف غمِ یوسف علیہ السلام نے یہ حال کر دیا تھا اور اب بنیامین بھی گیا تو آپ نے کلام تک کرنا چھوڑ دیا اور سارا دُکھ اندر ہی اندر انہیں کھائے جا رہا تھا ۔

محبّت اور انبیاءِ کرام علیہم السلام

یہاں بعض حضرات نے سوال لکھا ہے کہ نبی اور اللہ کے سوا کسی بھی دوسرے سے اس قدر محبت کہ رو رو کر اندھا ہو جائے حالانکہ انبیاء علیہم السلام تو صرف اللہ سے محبت کرتے ہیں اور یہ بات حق ہے کہ انبیاءؑ اللہ ہی سے محبت کرتے ہیں ۔ مفسرین نے مختلف جوابات بھی نقل فرمائے ہیں مگر آسان سی بات یہ ہے کہ انبیاءؑ بھی انسان اور بہترین انسان ہوتے ہیں اور انسانی

صفات ان میں کامل طور پر جلوہ گر ہوتی ہیں اور محبت ایک بہترین صفت ہے ۔ یوں تو ہر ذی روح میں اس کا اثر نظر آتا ہے مگر انسان کے دل میں یہ جذبہ اپنی کامل صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے ۔ باوجود ایں ہمہ انسان کی محبت دُنیا سے الگ ہے اور انسان کی محبت انسان سے الگ ۔ پھر دیکھا یہ جاتا ہے کہ کیا کوئی انسان دنیا کے لئے انسانی رشتوں اور محبتوں کو ٹھکراتا ہے یا انسان کی محبت کو بچا کر دنیا باوجود محبوب ہونے کے قربان کرتا ہے ۔ اب اگر اسے دُنیا سے محبت ہی نہ ہو تو یہ کمال نہیں کہلائے گا ۔ ایسے ہی اللہ کی محبت بالکل الگ شے ہے اور انسان کی محبت الگ انسان انسان کی جِنس ہے کبھی اس سے خون کا اور نسب کا رشتہ ہوتا ہے اور کبھی دوستی کا ۔ مگر اللہ سے انسان کو کیا نسبت، ایک بے مثل و بے مثال کے سامنے ایک ادنیٰ سی مخلوق کی کیا حیثیت ؟ مگر اللہ نے انسان کو وہ شعور بخشا ہے کہ وہ اس کے جمال پر فریفتہ ہو جاتا ہے ۔ اب مرحلہ آتا ہے کہ وہ کسی انسان سے کس قدر محبت کرتا ہے اور اسے کہاں تک قربان کر سکتا ہے ۔ اب دیکھو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا عشق یوسفؑ مجبوریوں کی کن حدوں کو چھو رہا ہے اور اسے اللہ کی رضا پہ قربان کس انداز سے کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں، یُوسفؑ ! تیری یاد نے جگر کباب کر دیا مگر کس سے کہوں، اللہ سے حیا آتی ہے ۔ اب سوائے اس کے میرا کون ہے ۔ وہ سب کچھ کر بھی سکتا ہے، میرے حالِ دل سے خوب واقف بھی ہے ۔ پھر یہ نصف صدی کی جدائی ۔ لیکن یہ بھی اس کی حکمت کا تقاضا ہے ۔ کچھ بھی ہو اسے خفا تو نہیں کر سکتا ۔ اور یہی اس سارے قِصّے کا حُسن بھی ہے اور یہی انسان کا حُسنِ اسلام بھی کہ ارشاد ہے : والذین امنوا اشد حبا لِلّٰہ ۔ کہ مومن اللہ کو سب سے بڑھ کر چاہتا ہے ۔ گو دوسرے بھی محبوب ہوں مگر اس راہ میں قربان کئے جا سکتے ہیں ۔

ان کا حال دیکھ کر لڑکے کہنے لگے کہ زمانہ یادوں کو بھلا کر زخم مندمل کر دیتا ہے مگر آپ کا معاملہ الگ ہے ۔ آپ نے یوسفؑ کی یاد نہ چھوڑی اور اب تو دُکھ آپ کو گھلا کر مار رہا ہے اگر یہی حال رہا تو آپ سلامت نہ رہیں گے مگر یوسفؑ کی یاد دل سے نہ جائے گی ۔ تو فرمایا کہ تم کیا جانو، مَیں تو اپنا حالِ دل کہتا ہوں تو بھی اللہ کے حضور اور اظہارِ غم کرتا ہوں تو بھی اُسی ذات کے رُو برو ۔ مَیں اللہ کا نبی ہوں اور اس نے مجھے علوم کے خزانے بخشے ہیں ۔ اگر تم نہیں جان سکتے مگر مجھے تو علم ہے کہ یُوسفؑ لاکھ بچھڑے ضرور ملے گا اور تم لاکھ باتیں بناؤ ، اللہ اسے عظمت، شان حکومت وسلطنت اور نبوّت عطا فرمائے گا ۔ اب اس سب کے باوجود وہ میری نگاہوں سے

کیوں اوجھل ہے؟ یہ میرے ربّ کی مرضی! تم ان اسرار کو نہ پا سکو گے۔ ہاں! ایک کام کرو، جاؤ یوسفؑ اور بنیامین کو تلاش کرو۔ بھلا کوئی اللہ کی رحمت سے بھی کبھی مایوس ہوتا ہے ہرگز نہیں! تم جا کر تو دیکھو، جس سلطان کے حُسنِ اخلاق اور حُسنِ سلوک کے اتنے چرچے ہیں کہیں یوسفِ گم گشتہ ہی نہ ہو۔ اللہ چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا اور اس کی رحمت سے نا اُمید ہونا تو شیوۂ کفار ہے۔ مجھے میرے ربّ کے سپرد کرو اور اپنے حال پہ رہنے دو مگر تم ضرور مصر کا رُخ کرو۔

مگر حال یہ تھا کہ اب تو کوئی چیز غلہ خریدنے کے لئے بھی پاس نہ تھی اور غلہ بھی ضروری تھا کہ خاندان کہاں سے کھاتا چنانچہ گھر کے برتن اور استعمال کی اشیاء، اونٹوں پر بار کیں اور روانہ ہوتے۔ منجملۃٍ ایسی چیز جو بازار میں بطور سکہ چلنے والی نہ ہو مگر چلائی جائے جیسے برتن وغیرہ۔ چنانچہ مصر میں پہنچے تو دربار میں حاضر ہوتے کہ بنیامین تو وہیں تھا پھر غلّہ بھی خریدنا مقصود تھا تو دست بستہ عرض گزار ہوتے کہ سلطان! ہم اور ہمارا خاندان بہت سخت مصیبت میں مبتلا ہے اور ہمارے پاس غلہ خریدنے کے لئے سرمایہ بھی نہیں یہ بے کار سا کاٹھ کباڑ اٹھا لائے ہیں جو گھر میں روزمرہ کے استعمال کا تھا لیکن تیرے کرم کے اُمیدوار ہیں، ہمیں غلہ عطا فرما اور ہم پر عنایات فرما کہ اس کاٹھ کباڑ کے بدلے غلہ عطا کر اور مہربانی فرما، ہمارے بھائی کو آزاد فرما دے کہ ہمارے والد کی تو روتے روتے بینائی جاتی رہی اور یہ اُس کے لئے کسی حد تک ایک آسرا تھا یہ بھی یہاں رہ گیا تو اب تو اس کی حالت نہ ہم بیان کر سکتے ہیں اور نہ تُو سُن کر تاب لا سکے گا وہ نبی اور نبی کا بیٹا، اللہ کے نبی کا پوتا بہت ہی زیادہ دُکھی ہے تو ہم پر کرم فرما کہ اللہ تجھ پر کرم فرمائے وہ بھلائی کرنے والوں کو بہت زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔

اب وقت آچکا تھا کہ اس راز سے پردہ اٹھتا اور ہجرِ یوسفؑ وصالِ یوسفؑ میں تبدیل ہو کر یعقوب علیہ السلام کو شاد کام کرتا چنانچہ آپ نے یہ سب ماجرا سُن کر فرمایا، آج تمھیں باپ کا درد یاد آیا، مجھ سے بیان کرتے ہو۔ مگر بھول گئے کہ باپ کو یہ درد دیا کس نے تھا اور تم نے اس کے محبوب یوسفؑ کا کیا حال کیا تھا؟ آج اُمیدِ کرم لئے کھڑے ہو۔ چند سکوں کے عوض بیچ کھانے والو! تمھاری جہالت اور نادانی نے والدِ بزرگوار یوسفؑ اور اس کے بھائی کو کتنے دُکھ دیئے، کچھ اندازہ ہے؟ انھوں نے جب یہ سب سُنا تو حیران ہو گئے بھلا سُلطانِ مصر کو ان باتوں سے کیا کام۔ آنکھ اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگے: تم یوسفؑ ہو؟ غالباً خواب کا قصہ بھی یاد آیا ہو گا،

اور چہرہ مبارک کے آثار نے بھی رہنمائی کی ہوگی۔ نیز یہ راز بھی ان کے علاوہ یوسف علیہ السلام ہی کے پاس تھا یا اللہ جانتا تھا تو فوراً پکار اٹھے: کیا تم ہی یوسفؑ ہو؟ انھوں نے فرمایا: بیشک میں یوسف ہوں اور یہ بنیامین میرا حقیقی بھائی ہے دیکھو، اللہ نے ہم پر کس قدر احسان فرمایا ہے کہ ہر تخریب محض تخریب نہیں ہوتی کبھی کسی اعلیٰ تعمیر کا پیش خیمہ بھی ہوتی ہے۔ ہم پر جو مصیبت آئی وہ صورۃً مصیبت بھی اپنے اثر اور نتیجے کے اعتبار سے نری رحمت اور اللہ کا احسان تھا جو تمھارے روبرو ہے اور یاد رکھو جسے تقویٰ اور صبر نصیب ہو جائے اللہ اس کو بہت انعام واکرام سے نوازا کرتا ہے اور اسے بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے۔ اب تو سوائے اقبالِ جُرم کے کوئی راستہ نہ تھا چنانچہ کہنے لگے: اللہ قسم! تم پر اللہ نے بے حد کرم فرمایا اور ہم پر بہت ہی بلند مرتبہ بخشا، ہم تو آپ کی خاک کو بھی نہ پہنچ سکے بلکہ اُلٹے گناہگار ٹھہرے۔ ہم آپ کے مُجرم آپ کے رُوبرو حاضر ہیں اور ہماری آنکھوں میں ندامت کے آنسو ہی ہمارا سرمایہ ہیں۔ فرمایا: جاؤ! تمھیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ آج تم سے کوئی بازپُرس نہ ہوگی کہ کرم کا یہ پہلو بھی دیکھو۔ میں نہ صرف خود معاف کرتا ہوں بلکہ اللہ کریم سے تمھاری معافی کے لیے درخواست گزار ہوں جو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔

تبرکات کی برکت

میرا یہ کُرتہ لے کر جاؤ، والد گرامی کو خوشخبری بھی دو اور یہ انکی آنکھوں پہ ڈال دو کہ وہ روشن ہو جائیں اور یہ اُن کے تبرک میں برکت تھی جو ان کا معجزہ تھا اور واقعی جب یعقوب علیہ السلام نے چہرے پہ ملا تو بینا ہو گئے۔ لہٰذا تبرکات کا تجزیہ میڈیکل سائنس سے ممکن نہیں کہ ان کی برکات انسانی عقل کی رسائی سے بہت بلند ہوتی ہیں۔ نیز سارے خاندان کو یہاں مصر منتقل کر لو، جہاں ربِ جلیل نے ہمیں حکومت وسلطنت بخشی ہے اب تمھیں ان ویرانوں میں رہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ملک تم سب کا خادم ثابت ہوگا اور جدائی کے بعد وصل کا عہد آیا ہے اور مل کر رہنے کی گھڑی ہے۔

رکوع نمبر ۱۱ — آیات ۹۴ تا ۱۰۴ — وما اُبرّئُ ۱۳ / ۵

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ اَبُوهُمْ اِنِّي لَاَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿۹۴﴾
قَالُوا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِي ضَلٰلِكَ الْقَدِيمِ ﴿۹۵﴾

اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا۔ تو اُنکے والد کہنے لگے کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ (بوڑھا) بہک گیا ہے تو مجھے تو یوسف کی بو آرہی ہے ﴿۹۴﴾
وہ بولے کہ واللہ آپ اُسی قدیم غلطی میں (مبتلا) ہیں ﴿۹۵﴾

94. When the caravan departed, their father had said: Truly I am conscious of the breath of Joseph, though ye call me dotard!

95. (Those around him) said: By Allah, lo! thou art in thine old aberration.

فَلَمَّآ أَنْ جَآءَ الْبَشِيرُ أَلْقٰهُ عَلٰى
وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۚ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ
لَّكُمْ إِنِّىٓ أَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۹۶﴾

جب خوشخبری دینے والا آپہنچا تو کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا
اور وہ بینا ہو گئے۔ (اور بیٹوں سے) کہنے لگے۔ کیا میں نے تم سے نہیں
کہا تھا کہ میں خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے؟ ﴿۹۶﴾

96. Then, when the bearer of glad tidings came, he laid it on his face and he became a seer once more. He said: Said I not unto you that I know from Allah that which ye know not?

قَالُوا يٰٓأَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَآ إِنَّا
كُنَّا خٰطِـِٔينَ ﴿۹۷﴾

بیٹوں نے کہا کہ ابا ہمارے لئے ہمارے گناہ کی مغفرت مانگیے۔
بیشک ہم خطا کار تھے ﴿۹۷﴾

97. They said: O our father! Ask forgiveness of our sins for us, for lo! we were sinful.

قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّىٓ ۖ إِنَّهٗ
هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۹۸﴾

انہوں نے کہا کہ میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے بخشش
مانگوں گا۔ بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۸﴾

98. He said: I shall ask forgiveness for you of my Lord. Lo! He is the Forgiving, the Merciful.

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰىٓ إِلَيْهِ
أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ شَآءَ
اللّٰهُ اٰمِنِينَ ﴿۹۹﴾

جب یہ سب لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو (یوسف نے)
اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا مصر میں داخل
ہو جائیے خدا نے چاہا تو خاطر جمع سے رہیے گا ﴿۹۹﴾

99. And when they came in before Joseph, he took his parents unto him, and said: Come into Egypt safe, if Allah will!

وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ
سُجَّدًا ۖ وَقَالَ يٰٓأَبَتِ هٰذَا تَأْوِيلُ
رُءْيَاىَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّى حَقًّا ۖ
وَقَدْ أَحْسَنَ بِىٓ إِذْ أَخْرَجَنِى مِنَ السِّجْنِ
وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ أَنْ
نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِى وَبَيْنَ إِخْوَتِىٓ ۚ
إِنَّ رَبِّى لَطِيفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۚ إِنَّهٗ هُوَ
الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿۱۰۰﴾

اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسف کے آگے سجدے
میں گر پڑے اور (اس وقت) یوسف نے کہا ابا جان یہ میرے اس خواب
کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے (بچپن میں) دیکھا تھا۔ میرے پروردگار نے
اسے سچ کر دیا اور اس نے مجھ پر (بہت سے) احسان کئے ہیں کہ مجھ کو جیل خانے سے نکالا۔
اور اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں
میں فساد ڈال دیا تھا آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔
بیشک میرا پروردگار جو چاہتا ہے تدبیر سے کرتا ہے۔ وہ
دانا اور حکمت والا ہے ﴿۱۰۰﴾

100. And he placed his parents on the daïs and they fell down before him prostrate, and he said: O my father! This is the interpretation of my dream of old. My Lord hath made it true, and He hath shown me kindness, since He took me out of the prison and hath brought you from the desert after Satan had made strife between me and my brethren. Lo! my Lord is tender unto whom He will. He is the Knower, the Wise.

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِى مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِى
مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِىّٖ فِى الدُّنْيَا وَ
الْاٰخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِى مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِى
بِالصّٰلِحِينَ ﴿۱۰۱﴾

(جب یہ سب باتیں ہو لیں تو یوسف نے خدا سے دعا کی کہ)
اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو حکومت سے بہرہ دیا اور خوابوں کی
تعبیر کا علم بخشا۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت
میں میرا کارساز ہے۔ تو مجھے (دنیا سے) اپنی اطاعت (کی حالت)
میں اٹھائیو اور (آخرت میں) اپنے نیک بندوں میں داخل کیجیو ﴿۱۰۱﴾

101. O my Lord! Thou hast given me (something) of sovereignty and hast taught me (something) of the interpretation of events—Creator of the heavens and the earth! Thou art my Protecting Friend in the world and the Hereafter. Make me to die submissive (unto Thee), and join me to the righteous.

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ
وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوٓا أَمْرَهُمْ
وَهُمْ يَمْكُرُونَ ﴿۱۰۲﴾

(اے پیغمبر) یہ اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم تمہاری طرف بھیجتے
ہیں۔ اور جب برادرانِ یوسف نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ
فریب کر رہے تھے تو تم اُن کے پاس تو نہ تھے ﴿۱۰۲﴾

102. This is of the tidings of the Unseen which We inspire in thee (Muhammad). Thou wast not present with them when they fixed their plan and they were scheming.

وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۳﴾

اور بہت سے آدمی گو تم (کتنی ہی) خواہش کرو ایمان لانے والے نہیں ہیں ﴿۱۰۳﴾

103. And though thou try much, most men will not believe.

وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ هُوَ
إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴿۱۰۴﴾ ع

اور تم ان سے اس (خیر خواہی) کا کچھ صلہ بھی تو نہیں مانگتے یہ
(قرآن) اور کچھ نہیں تمام عالم کے لئے نصیحت ہے ﴿۱۰۴﴾

104. Thou askest them no fee for it. It is naught else than a reminder unto the peoples.

اسرار و معارف

ادھر یعقوب علیہ السلام بے قراری سے منتظر تھے کہ واپس آنے والے کیا خبر لاتے ہیں لیکن اللہ کی شان کا ظہور عجیب طریقے سے ہوا۔

کشف اور مشاہدہ

کہ جب وہ قافلہ جس میں وہ آدمی بھی شامل تھا جس کے پاس یوسف علیہ السلام کی قمیص تھی، کنعان پہنچا تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اگر تم اسے میری دیوانگی نہ کہو تو آج مجھے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے تو سننے والوں نے بڑے آرام سے کہہ دیا کہ یہ وہم اب آپ کا مرض بن چکا ہے اور آپ ہمیشہ ہی اُمید رکھیں گے کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور ایک روز مجھ سے آ ملیں گے لیکن عجیب بات یہ جو پہلے بھی لکھی جا چکی کہ مصر جو کم و بیش آٹھ دن کی مسافت پر تھا، وہاں سے خوشبو آنے لگی مگر خود کنعان کے کنوئیں اور قافلے والوں کے پاس سے نہ آئی پھر مصر میں بھی انھیں برسوں بیت چکے تھے، پہلے تو نہ آئی۔ اُس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ کشف اور مشاہدہ از قسم ثمرات ہے جو ہمیشہ وہی ہوتے ہیں جب چاہے بتا بھی دے، دِکھا بھی دے اور جو نہ چاہے نہ بتائے۔ جب تک اسے منظور نہ تھا نہ یوسف علیہ السلام نے اطلاع بھجوائی اور نہ ہوا نے خوشبو پہنچائی اور جب اس نے اجازت بخشی تو انھوں نے بھی پیغام روانہ کر دیا اور ہوا بھی خوشبو لے اڑی۔

چنانچہ خوشخبری لانے والا آ پہنچا اور جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا ان کا کُرتہ یعقوب علیہ السلام نے آنکھوں سے مِلا تو وہ روشن ہو گئیں اور آپ نے فرمایا: مَیں نہ کہتا تھا کہ مجھے اللہ نے ان باتوں سے باخبر فرما رکھا ہے جو تم لوگ نہیں جانتے۔ اس لئے مَیں نے کبھی نہیں مانا کہ یوسفؑ فوت ہو چکے ہیں۔ مجھے یہ خبر تھی کہ وہ حاکم بنیں گے اور نبی بھی مبعوث ہوں گے یہ الگ بات ہے کہ وہ کہاں ہیں لیکن یہ خبر تھی کہ ملاقات نصیب ہو گی۔

نیک لوگوں سے دعا کرانا درست ہے

تو اب بات چُھپنے سے رہی پھر بھائی پہلے یوسف علیہ السلام سے مِل کر معافی حاصل کر چکے تھے چنانچہ سب واقعہ عرض کر دیا کہ قصوروار ہم ہی ہیں لیکن اب آپ ہمیں معاف فرما کر اللہ کریم سے ہماری معافی کی دُعا فرمائیے۔ تو

ثابت ہُوا کہ انبیاء کرام سے اور اللہ کے دوسرے نیک بندوں سے دُعا کرانا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔ تو انھوں نے فرمایا: انشاء اللہ میں بہت جلدی تمھارے لئے دُعا کروں گا۔ غالباً آپ یوسف علیہ السّلام سے بھی بات سُننا اور اُن سے معاف کرانا چاہتے تھے کہ اگر کسی نے کسی کا حق مارا ہو یا ایذا پہنچائی ہو تو قاعدہ یہی ہے کہ اُس کی تلافی کرائی جائے اور اللہ کریم سے بھی بخشش طلب کی جائے کیونکہ محض دُعا سے تو کسی کا حق ادا نہیں ہوتا اگر حقدار کے مِلنے کی کوئی امید نہ ہو اور معاملہ مال کا ہو تو صدقہ کر کے ثواب اسے پہنچا دے اور اگر ایسا نہیں تو پھر دُعا کے علاوہ کوئی راستہ نہیں۔ نیز فرمایا: اللہ بہت بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے یعنی اس کے دَر سے اُمیدِ مغفرت رکھنا ہی زیب دیتا ہے یعنی خطاکار کو نا اُمید نہ کرنا چاہیئے اور چھوڑ نہ دینا چاہیئے کہ اس طرح اس کی اصلاح کی اُمید نہ رہے گی۔

چنانچہ سارا خاندان مصر روانگی کے لئے تیار ہو گیا۔ راشن اور سواریاں وغیرہ یوسف علیہ السلام نے مصر سے ساتھ روانہ کر دی تھیں۔ تقریباً نوّے سے ایک صد تک افراد تھے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے خاندان کے تھے اور مصر پہنچے، بنی اسرائیل انہی کی نسل تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نِکلے تو پونے سات لاکھ تھے۔ جب یہ سب خاندان مصر پہنچا تو یُوسف علیہ السلام نے باہر نِکل کر استقبال فرمایا اور اپنے والدین کی بہت عزّت افزائی کی اور سب خاندان سے فرمایا کہ یہ ملکِ مصر آپ سب کا خادم ہے، یہاں آپ کو ہر طرح سے امن اور سلامتی نصیب ہوگی اور سب کو لے کر کمرۂ خاص میں جو شاہ کی جلوہ گاہ تھا تشریف لائے اور والدین کو اپنے خاص تخت پر بٹھایا مگر وہ سب یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔ غالباً سجدۂ تعظیم، سجدۂ عبادت سے مختلف بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات صرف سر جھکانے کو سجدۂ تعظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور سجدۂ تعظیم پہلی شرائع میں منع نہ تھا، البتہ سجدۂ عبادت ہر شریعت میں غیر اللہ کے لئے حرام رہا مگر اس آخری شریعت میں سجدۂ تعظیم بھی ممنوع ہو گیا۔

تعبیر کے ظاہر ہونے میں مُدّت لگ سکتی ہے

تو یوسف علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے والدِ محترم! یہی میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو بچپن میں میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ سُورج چاند اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ میرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھایا۔

اہلِ اللہ کا انداز اور واقعات کے بارے اُن کی رائے

اور پھر اپنی بیتی والدِ ماجد اور اہلِ خاندان کو بایں انداز سنائی کہ ہر ہر لفظ سے اظہارِ تشکر ٹپک رہا ہے کہ سارے واقعہ کو مختصر کر کے اور زلیخا کی زیادتی اور اس کے بدلے جیل کی مصیبت کے مقابل جیل سے خلاصی پر اظہارِ شکر فرما رہے ہیں کہ مجھ پر اللہ کا کتنا کرم ہے جس نے مجھے جیل سے نکال کر تختِ شاہی پر جلوہ گر کر دیا۔ پھر ساری جدائی اور اس کے صدموں کی بجائے انجام کار ملاقات پر اظہارِ تشکر فرما رہے ہیں کہ میرا ربّ کتنا کریم ہے۔ نہ صرف آپ سے ملاقات کا اہتمام فرما دیا، بلکہ آپ سب کو بھی دیہات کی مصیبت سے نکال کر یہاں شہر کی سہولیات میں لے آیا۔ رہا آپ سے جدائی کا واقعہ تو جیسا کہ آپ نے بھی فرمایا تھا، واقعی شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا۔ ذرا شانِ کریمی ملاحظہ ہو کہ خود تو سات برس کے تھے اور بے قصور بھی تھے مگر فریق تو تھے۔ تو بھائیوں کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتے، خود کو بھی جھگڑے میں شامل قرار دے رہے ہیں اور اہلِ اللہ کی یہی امتیازی شان ہوتی ہے کہ ہر بات سے حسن پہلو لیتے ہیں اور انجام کار چونکہ انھیں ہمیشہ نفع ہی ملتا ہے لہٰذا ان نتائج کے اعتبار سے بات کرتے ہیں اور اللہ کی شان ہی ایسی ہے کہ جو کرنا چاہے اس کے لئے ایسے ایسے لطیف اسباب پیدا فرماتا ہے کہ کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ بھلا بھائیوں کو کب پتہ تھا کہ یہ مصر سلطان بننے کے لئے جا رہا ہے۔ لیکن اللہ جو سب کچھ جانتا ہے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق اسباب پیدا فرماتا رہتا ہے۔

دُعا کا سلیقہ

اور پھر بڑے سلیقے سے دُعا فرمائی۔ پہلے ان نعمتوں کا اظہار فرمایا جو اللہ کریم نے بخش رکھی تھیں اور پھر حرفِ مدعا زبان پر لاتے کہ اے میرے پروردگار! تُو نے مجھے حکومت و سلطنت بخشی اور علوم کے خزانے عطا فرمائے کہ تیری عطا ایسی ہی وسیع تر ہوتی ہے جیسی تیری تخلیق ہے اور تُو ہی اکیلا ارض و سما کا پیدا کرنے والا ہے۔ میرا دُنیا و آخرت میں صرف تُو ہی کارساز ہے اور جب تُو نے اس قدر انعامات بخشے تو اتنا کرم مزید فرمانا کہ مجھے اسلام پر ہی موت آئے اور دارِ دنیا سے دارِ بقا پہنچوں، تو تیرے صالح اور محبوب بندوں میں شمار کیا جاؤں۔ اگرچہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور انھیں ایسا کوئی خطرہ نہیں ہوتا کہ کبھی اُن سے یہ شانِ نبوت سلب ہو جائے گی اس کے باوجود اظہارِ شکر کا یہ بہترین طریقہ اختیار فرماتے ہیں

کہ اپنی عاجزی کا اقرار کر کے اللہ کریم سے ہی کرم کے طالب ہوتے ہیں اور یہ تعلیم اُمت کے لئے بھی ہے کہ ولی یا نیک کا مدار تو انجام پر ہے جس کی اس کو خبر نہیں، لہٰذا ہر آن بہتر انجام کا طلب کرنا ہی صحیح طریقہ ہے۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے مگر اپنے علاقہ میں لے جا کر آباؤ اجداد کے ساتھ دفن کئے گئے اور یُوسف علیہ السلام عمر شریف پوری فرما کر مصر میں مدفون ہوئے تا وقتیکہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو اُن کا تابوت بھی ساتھ لے گئے۔

علمِ غیب اور اخبارِ غیب

اے حبیبؐ! یہ قصہ بھی ان کی غیب کی اخبار سے ہے جو آپ کو بذریعہ وحی بتایا گیا کہ آپ کے دُنیا میں جلوہ افروز ہونے سے ہزاروں برس پہلے بیت چکا تھا پھر نہ آپؐ نے پڑھا نہ کسی سے سیکھا یا سُنا تو یہ بھی آپؐ کی نبوّت پر اور آپؐ پر وحی الٰہی کے نزول پر ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اُس وقت اُن کے پاس تھوڑی تھے جب یہ سب واقعات ظہور پذیر ہوئے یا مختلف لوگوں نے مختلف تدبیریں اختیار کیں اور ان سے مختلف نتائج ظہور پذیر ہوئے۔ یہ واقعات غیب کی خبر کہلائے۔ تو ثابت ہوا کہ اللہ کریم اپنے بندوں کو غیب کی خبریں پہنچاتے ہیں خصوصاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اور سب سے زیادہ آقائے نامدار ﷺ کو غیب پر اطلاع دی گئی جو آپ ﷺ کی شان کے مطابق تھی مگر یہ علم کسی ذریعے سے پہنچتا ہے۔ کشف، الہام، القاء، وجدان یا پھر انبیاء کو سب سے مضبوط ذریعہ جو نصیب ہوتا ہے وہ وحیِ الٰہی کا ہے اور نبی کا کشف والہام تو کیا، نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے لیکن یہ سب علمِ غیب نہیں کہلائے گا۔ علمِ غیب صرف اللہ کا خاصہ ہے جس میں کوئی بھی دُوسرا اس کا شریک نہیں اور آسان لفظوں میں علمِ غیب کی تعریف یہ ہے کہ بغیر کسی سبب کے حاصل ہو۔ اگر درمیان میں سبب یا واسطہ آ گیا تو غیب کی خبر کہلائے گا علمِ غیب نہ ہو گا اور بغیر واسطے یا کسی ذریعے کے جاننا یہ صرف اللہ کریم کا خاصہ ہے۔

اب رہا لوگوں کا معاملہ! تو یہ اُن کے اس تعلق پہ ہے کہ اللہ کریم سے کیسا ہے۔ محض آپؐ کی خواہش سے کچھ نہ ہو گا۔ آپ اس بارہ میں کتنی حرص بھی رکھتے ہوں مگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے سوائے اُن چند خوش نصیبوں کے جن کے دل کا حال اس قدر نہ بگڑا ہو کہ بالکل تباہ ہو کر واپسی کے قابل نہ رہے اور آپ اس حال پر مغموم نہ ہوا کریں کہ آپ ﷺ کو لوگوں سے تو کچھ لینا نہیں، آپ ﷺ تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں محنت کر رہے

ہیں اور وہ آپ کا اجر سلامت ہے۔ ہاں! لوگوں کی تو صرف خیر خواہی ہے اور وہ بھی صرف اللہ کی رضا مندی
کے لئے۔ لہٰذا آپ کا در کشادہ ہے، چاہے تو سارا عالم استفادہ کرے اور اگر نہ کریں گے تو یہ اُن کی بدنصیبی۔
جیسا کہ مفسرین کے مطابق یہ سوال کرنے والے بھی ایمان نہ لاتے تھے حالانکہ قصۂ یُوسف علیہ السلام تو آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے پُوری تفصیل سے بیان فرما دیا۔

رکوع نمبر ۱۲ — آیات ۱۰۵ تا ۱۱۱ — وما أبرّئ ۱۳ / ۶

وَكَأَيِّنْ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿١٠٥﴾
وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ
مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾
أَفَأَمِنُوْا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ
اللّٰهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ
لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾
قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ أَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ ۚ
عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۖ وَسُبْحٰنَ
اللّٰهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٨﴾
وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا
نُّوْحِيْ إِلَيْهِمْ مِّنْ أَهْلِ الْقُرٰى ۗ أَفَلَمْ
يَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَلَدَارُ
الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۗ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٩﴾
حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا
أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا لا
فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ
الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١١٠﴾
لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي

وقف النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور آسمان و زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ گزرتے
ہیں اور ان سے اعراض کرتے ہیں ﴿١٠٥﴾
اور یہ اکثر خدا پر ایمان نہیں رکھتے مگر اس کے ساتھ
شرک کرتے ہیں ﴿١٠٦﴾
کیا یہ اس (بات) سے بے خوف ہیں کہ ان پر خدا کا عذاب نازل
ہو کر ان کو ڈھانپ لے یا اُن پر ناگہاں قیامت آ جائے
اور انہیں خبر بھی نہ ہو ﴿١٠٧﴾
کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں خدا کی طرف بُلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان)
سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی۔
اور خدا پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ﴿١٠٨﴾
اور ہم نے تم سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی
بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے کیا ان لوگوں نے
ملک میں سیر (و سیاحت) نہیں کی کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے
پہلے تھے اُن کا انجام کیا ہوا۔ اور متقیوں کے لئے آخرت
کا گھر بہت اچھا ہے کیا تم سمجھتے نہیں؟ ﴿١٠٩﴾
یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ
(اپنی نصرت کے بارے میں جو بات اُنہوں نے کہی تھی اس
میں) وہ سچے نہ نکلے تو انکے پاس ہماری مدد آ پہنچی۔ پھر جسے ہم نے
چاہا بچا دیا اور ہمارا عذاب (اتر کر) گنہگار لوگوں سے پھرا نہیں کرتا ﴿١١٠﴾
ان کے قصے میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔ یہ (قرآن)

105. How many a portent is there in the heavens and the earth which they pass by with face averted!

106. And most of them believe not in Allah except that they attribute partners (unto Him).

107. Deem they themselves secure from the coming on them of a pall of Allah's punishment, or the coming of the Hour suddenly while they are unaware?

108. Say: This is my way: I call on Allah with sure knowledge, I and whosoever followeth me—Glory be to Allah!—and I am not of the idolaters.

109. We sent not before thee (any messengers) save men whom We inspired from among the folk of the townships—Have they not travelled in the land and seen the nature of the consequence for those who were before them? And verily the abode of the Hereafter, for those who ward off (evil), is best. Have ye then no sense?—

110. Till, when the messengers despaired and thought that they were denied, then came unto them Our help, and whom We would was saved. And Our wrath cannot be warded from the guilty.

111. In their history verily

الْاَلْبَابِؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ
لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ
تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿111﴾ ع

ایسی بات نہیں ہے جو (اپنے دل سے) بنالی گئی ہو
بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان
کی تصدیق (کرنے والا) ہے اور ہر چیز کی تفصیل (کرنے
والا) اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے (111)

there is a lesson for men of understanding. It is no invented story but a confirmation of the existing (Scripture) and a detailed explanation of everything, and a guidance and a mercy for folk who believe.

اسرار و معارف

اگر یہ لوگ نہیں مان رہے تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں کہ ارض وسما میں بے شمار چیزیں اللہ کی عظمت پہ گواہی دے رہی ہیں اور زمین کا ذرہ ذرہ یا ہر ہر تنکا اور پھول پتہ اس کی عظمت کی دلیل ہے یا پھر پہلے لوگوں کی تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈر بھی کفر اور گناہ کے انجام کی خبر دے رہے ہیں اور ان لوگوں کو شب و روز انہی اشیاء سے واسطہ بھی پڑتا ہے۔ ایسی ہی جگہوں سے ان کا گزر بھی ہوتا ہے مگر اس بات کی طرف ان کا دھیان ہی نہیں جاتا بلکہ اگر عقلاً عاجز ہو کر اللہ کی ذات کا اقرار بھی کرتے ہیں تو ساتھ بہت سے اوصاف میں دوسرں کو شریک کرکے گرفتار بلا ہو جاتے ہیں۔ اور یہ تو ایسے بے فکر ہیں کہ اسی حال میں ان پر اللہ کا عذاب آجائے یا ان کی موت واقع ہو جائے یا قیامت بپا ہو جائے تب یہ ایمان لانے کی فکر کریں گے حالانکہ اس وقت ایمان لانا ہرگز مفید نہ ہو گا۔

اسلام عین عقل سلیم کے مطابق مذہب ہے

اور انہیں فرما دیجئے کہ میرا طریق کار اور راستہ یہی ہے کہ اللہ واحد و لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں اور دلائل عقلی و نقلی دونوں کے ساتھ کہ نقل اور کتاب سے بھی یہ بات ثابت ہے اور عقل سلیم کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ اور میرے متبعین یا پیروکار بھی یہی کچھ کرتے ہیں یعنی اسلام ایسا مذہب نہیں جس میں محض رسومات اور ان پر فرضی نتائج کا وعدہ ہو بلکہ اس کے ارکان یعنی ایمانیات بھی اور عبادات بھی عین بصیرت کے مطابق ہیں اور یہی کچھ میرے پیروکار یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کے سینے علوم رسالت کے خزانے ہیں اور جو اللہ کے سپاہی ہیں۔ یہ الفاظ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہیں، بھی کرتے ہیں۔ اس میں ضمناً وہ

سارے افرادِ اُمت بھی شامل ہیں جو دین کی دعوت کا کام علیٰ وجہِ بصیرت کرتے ہیں یعنی خالص اور سُتھرا دین ، کمی بیشی اور بدعات سے پاک ۔ نہ ایک خاص قسم کا مذہب جس میں ان کی ذاتی خواہشات ملفوف ہوں اور انھیں رواجی مذہب کے نام پر پورا کرنا چاہتے ہوں ۔ اس سے خصوصاً ایسے لوگ مراد ہیں جن کے قلوب علمِ ظاہر اور برکاتِ نبوی سے روشن ہوں اور جو صاحبِ حال ہوں ۔

اور اللہ کریم تو ہر طرح کی شراکت سے پاک ہے اور مَیں بھی ہر طرح کے شرک سے خواہ وہ کِتنا خفیف ہی کیوں نہ ہو اپنی براءت کا اعلان کرتا ہوں ۔

نبوّت صِرف مردوں کو نصیب ہُوئی

اور آپؐ سے پہلے بھی ہم نے بہت سے حضرات کو انسانی آبادیوں میں مبعوث فرمایا جن پر اللہ کی طرف سے وحی آتی تھی ۔ آپؐ کی بعثت کوئی ایسی انہونی بات نہیں کہ ان لوگوں کو عجیب لگ رہی ہے ۔ یہاں رجال فرما کر یہ بھی طے فرما دیا کہ کوئی خاتون نبی نہیں بنائی گئی اور نبوت صرف مردوں کو نصیب ہوئی اور حضرت مریم یا اُمِ موسےٰ یا حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اہلیہ سارہ پر اگرچہ وحی کا لفظ استعمال ہوا ہے مگر یہ وحیٔ نبوت نہ تھی اور اولیاء اللہ پر بھی من جانبِ اللہ علم کا نزول ثابت ہے ۔ نبوّت چونکہ سرِ میدان کرنے کا کام ہے اور عورت کے لئے پردہ لازم تو یہ اس کے کرنے کا کام ہی نہ تھا ۔

لہٰذا ان لوگوں کو ان بستیوں کے آثار سے سبق حاصل کرنا چاہیئے جن کے پاس اللہ کا پیغام اللہ کے نبی لائے اور انھوں نے نہ مانا تو ان کا کیا حشر ہُوا اور کیسی تباہی سے دوچار ہوئے اور یہ قطعی بات ہے کہ نیک لوگوں کو اگرچہ دُنیا میں قربانی بھی دینا پڑے ۔ ابدی زندگی اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ ہی بہترین ٹھکانہ ہے اگر ذرا بھی عقل سلامت ہو تو یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے ۔

اگر انھیں یہ خیال ہو کہ یہ انکار کر رہے ہیں تو اب تک ان پر عذاب کیوں نہیں آیا ؟ تو یہ قانونِ ازلی ہے کہ اللہ کریم انسان کو بہت مہلت بخشتے ہیں اور اس کی رسّی دراز فرماتے رہتے ہیں ۔ پہلے بھی لوگوں کو فرصت دی گئی ۔ حتےٰ کہ اس دَور کے انبیاءؑ بھی یہ سوچنے لگے کہ ممکن ہے لوگوں پہ عذاب نہ ہی آئے ۔ اللہ کریم انھیں کچھ نہ کہیں تو ایسی صورت میں تو کفار کے پاس ہماری نبوت کے انکار کا ایک عُذر بھی ہوگا کہ دفعتاً ہماری مدد آپہنچی

ان کی مہلت ختم ہوئی اور اپنے بندوں انبیاءؑ اور ان کے ماننے والوں کو ہم نے بچا لیا مگر کفار سے کوئی بھی ہمارے عذاب کو ٹال نہ سکا اور وہ تباہ ہو گئے۔

یہ کتاب کوئی محض حکایت نہیں کہ گھڑ لی گئی ہو بلکہ پہلی آسمانی کُتب بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں اور وہی عقائد اور اخبار یہ بھی بیان فرماتی ہے جو پہلی کتب میں موجود ہیں نیز انسانی زندگی کے ہر ہر شعبے ایمانیات، عبادات، اخلاقیات، معاملات، سیاسیات وغیرہ ذالک کے بارے پُوری پُوری تفصیل اور سیر حاصل بحث موجود ہے پھر صرف تفصیلی بحث ہی نہیں بلکہ ہر ہر امر میں بہترین راہنمائی موجود ہے اور یہ سراپا رحمت ہے کہ دُنیا کی مشکلات سے بچ نکلنے کی راہ بھی بتاتی ہے اور آخرت کے مصائب سے بچنے کا طریقہ بھی اور قُربِ الٰہی کو پانے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ ہاں! یہ سب دولت ان لوگوں کے لئے ہے جنہیں اس کے ساتھ ایمان نصیب ہو۔

سُورۂ یُوسف تمام ہوئی۔

۲۲ ، رمضان المبارک ۱۴۱۰ ہجری

۱۸ ، اپریل ۱۹۹۰ عیسوی

بارگاہِ رسالت پناہی یعنی مدینہ منورہ سے شُروع ہونے والی یہ جلد سوم الحمدللہ اپنی تکمیل کو پہنچی۔ اللہ اِسے عامۃ المسلمین کے لئے باعثِ ہدایت اور بندہ کے لئے توشۂ آخرت بنائے! آمین۔